بزرگوں کے مبارک معمولات پر اعتراضات کا تحقیقی جواب
عبادت میں کثرت بدعت نہیں
تصنیف
علامہ محمد عبدالحی لکھنوی
ترجمہ
پروفیسر سید محمد ذاکر سیالوی
ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بزرگوں کے مُبارک معمولات پر اعتراضات کا تحقیقی جواب

عِبادت میں کثرت بدعت نہیں

تصنیف

علامہ محمد عبدالحی لکھنوی

ترجمہ

پروفیسر سید محمد ذاکر سیالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : عبادت میں کثرت بدعت نہیں

تصنیف : علامہ محمد عبدالحئی لکھنوی

ترجمہ : پروفیسر سید محمد ذاکر سیالوی

مئوید : مفتی محمد خاں قادری

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

تاریخ اشاعت : اپریل 1999ء

قیمت : [illegible]/- روپے

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر Email:info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com

انتساب

فقیر بے مایہ اپنی اس کوشش کو نور نظر حضور شیخ الاسلام ؒ، گل سرسبد شمس معرفت، مرشد اہل سنت حضرت علامہ خواجہ حافظ محمد حمید الدین صاحب زینت آرائے آستانہ قدسیہ سیال شریف کے نام نامی اسم گرامی سے معنون کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔

اس خاندان عظمت نشان نے ہر دور میں ملت کی دستگیری فرمائی ہے اور اہل سنت کے مقاصد و حقوق کی ترجمانی کی ہے۔ ملک کا یہ عظیم آستانہ لاتعداد شہبازوں اور شاہینوں کا مرجع تھا، ماویٰ ہے اور مسکن رہے گا کیونکہ ۔

وہاں شمسؒ و قمرؒ کی روشنی ہے
یہی کہتا ہے ذاکر کل زمانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالی نے اپنے مقبول بندوں کی علامات و صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

الذین یبیتون لربھم سجداً وقیاماً "(وہ لوگ اپنی راتیں سجدہ اور قیام کی حالت میں بسر کرتے ہیں)۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وطمعاً "(ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں اور وہ اپنے رب کو خوف و شوق کی حالت میں پکارتے ہیں)۔

ہر دور کے اولیاء کرام اپنے رب کی کثرت سے عبادت کر کے اس کے ہاں اعلی مقام پانے کی طلب رکھتے اور اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں اسلام کی تعلیمات پر عمل اور کثرت سجود و تلاوت ان کی زندگی کا مشغلہ بن جاتا ہے۔

کچھ بد نصیب لوگوں نے اولیاء کرام کے مذکورہ معمولات پر بدعت کا فتوی جڑ دیا علامہ محمد عبدالحی لکھنوی نے اس کے جواب میں باقاعدہ ایک کتاب تصنیف فرمائی جن کا نام "اقامہ الحجہ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعہ" ہے۔ عرب کے مشہور عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے اس پر حواشی تحریر کر کے اسے حلب شائع کیا۔ بقیہ مباحث کے علاوہ اس میں بدعت کی بڑی نفیس و عمدہ بحث ہے۔ ملک کے معروف و نامور بزرگ حضرت پیرابوالخیر محمد عبداللہ جان مدظلہ کے واسطہ سے اس کا ترجمہ علامہ سید ذاکر حسین سیالوی نے کیا ہے جیسا کہ پہلے سباحہ الفکر فی الجھر بالذکر

کا ترجمہ بھی اسی واسطہ سے انہیں نے کیا تھا جو "کیا بلند آواز سے ذکر کرنا منع ہے" کے نام سے ہم نے شائع کیا تھا اس کتاب کا نیا نسخہ علامہ حافظ محمد اشرف مجددی سربراہ جامعہ مدنیہ العلم سیالکوٹ نے بندہ کو عنایت کیا تھا اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس علمی اور قیمتی کتاب کی طباعت کی سعادت سید محسن اعجاز سربراہ فرید بک سٹال لاہور حاصل کر رہے ہیں جو دل میں اپنے والد گرامی سید اعجاز احمد مرحوم کی طرح مسلمانوں اور اسلام کا خدمت کا خوب جذبہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خاں قادری

جامع رحمانیہ شادمان لاہور

26جنوری 1999ء بروز منگل

فہرست

☆ ☆

توجہ فرمائیں

مختلف صفحات پر لکھے ہوئے فٹ نوٹس ملاحظہ فرماتے ہوئے خیال رکھا جائے

1- مصنف علام نے کچھ مقامات پر خود فٹ نوٹس تحریر فرمائے یہ بڑے علمی اور فکری نوٹس ہیں۔ یہ عموماً کسی کتاب یا کسی مصنف پر لکھے گئے ہیں۔ اصل عربی میں ان کے لئے "منہ رحمتہ اللہ" لکھا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے یہ نوٹ انہی (مصنف) کی طرف سے ہے۔ ہم نے ترجمہ ان نوٹس کے آخر میں "مصنف" لکھ دیا ہے۔

2- کتاب کے محقق علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے بھی کئی مقامات پر بڑے اچھے علمی نوٹس لکھے ہیں ہم نے ان کے اختتام پر عبدالفتاح یا ابوغدہؒ لکھ دیا ہے۔

3- کچھ نوٹس فقیر نے مسائل کی توضیح کے لئے لکھے ہیں اور کچھ دور حاضر کی کج بحثیوں کی وضاحت کے لئے ہیں ان کے آخر میں مترجم لکھ دیا گیا ہے۔

4- جس نسخے کا ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ یہ طبع ثانی ہے۔ 1410ھ میں حلب کے مکتب المطبوعات الاسلامیہ نے اسے شائع کیا ہے۔ اس کی احادیث کی تخریج، تحقیق اور تعلیمات علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ کے قلم سے ہیں۔ انہوں نے اسے اپنے استاذ گرامی المحققین، دلیل حق، فقیہ، اصولی، ماہر علم کلام، صاحب نظر عمیق، مورخ اور ماہر نقاد امام محمد زاہد کوثری کے نام نامی سے منسوب فرمایا، جنہوں نے امام لکھنویؒ کی کتابوں کے بارے میں انہیں وصیت فرماتے ہوئے طباعت پر متوجہ فرمایا تھا۔ (اللہ دونوں پر رحم فرمائے)

مقصد کتاب

از مترجم

مصنف علام اپنی کتاب میں یہ ثابت فرمانا چاہتے ہیں کہ اولیائے امت کی ریاضتیں اور عباداتیں جنہیں کچھ لوگ بہت زیادہ سمجھ کر نفس پر بوجھ سمجھتے ہوئے بدعت قرار دیتے ہیں غلط ہے کیونکہ ایسی عباداتیں خود مرکز وجود اور اصل ہر موجود ﷺ کی ذات مقدس اور ان کے صحابہ گرامی علیہم الرضوان سے ثابت ہیں لہٰذا یہ بدعت نہیں بلکہ مجاہدین ملت کے لئے مینار نور اور مشعل راہ ہیں' علامہ موصوف نے اس پر بہت سارے دلائل دیئے ہیں۔ جو ہمارے معزز قارئین خود ملاحظہ فرماتے جائیں گے۔

ہمیں قرآن کے حوالے سے صرف ایک بات کہنی ہے ارشاد ربانی ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (اور میں نے جن و انس کو صرف عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے)

پتہ چلا جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد صرف عبادت کرنا ہے جب زندگی عبادت سے ہی عبارت ہے تو پھر اس میں زیادتی کہاں سے آئے گی جسے بدعت کہا جائے گا اگر شارع علیہ السلام نے عبادت کے ساتھ ذرائع کو عبادت قرار دے دیا ہے تو یہ ان کی امت پروری اور رحمتہ للعالمینی ہے ورنہ حق عبادت حسب ارشاد ربانی یہ تھا کہ عبادت کے بغیر اور کوئی کام نہ ہوتا' مگر ان پر صدقے جائیں جنہوں نے کام کو بھی عبادت قرار دے کر ہماری دستگیری فرما دی۔

پھر ایک اور رعایت یہ دے دی کہ طاقت سے بڑھ کر عبادت کرنے سے ہی نہیں روکا بلکہ فرما دیا جب طبیعت ملول اور کبیدہ ہو جائے تو رک جاؤ یہاں بلیغ نکتہ یہ ہے کہ رکنے کے بعد جو کام کرو گے سو جاؤ گے' کھانا کھانے لگ جاؤ گے تو اس سے تم عبادت سے نکلے نہیں بلکہ ایک نئی عبادت میں لگ گئے ہو اور جب فارغ ہو کر پہلی عبادت کی

طرف پلٹو گے تو تازہ دم ہو گئے اور یہ سلسلہ کبھی نہیں ٹوٹے گا جس نے کہا سچ کہا۔

ـ اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

اولیائے امت پر اعتراض کرنے والوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ وہ اپنے کاموں سے کبھی نہیں تھکتے "ہل من مزید" کا نعرہ جاری رہتا ہے۔ صبح سے رات گئے تک دکان پر براجماں ہیں، پھر ٹی وی (المعروف ٹی بی) پر مسلط ہیں، احباب سے خوش گپیوں میں مصروف، اخبار کو چاٹ رہے ہیں۔ کوہلو کے بیل کی طرح چوبیس گھنٹے چکر میں مصروف ہیں اور کبھی خیال نہیں کرتے کہ یہ حد سے زیادہ کام ہے اسے کم کیا جائے۔ کوئی کم کرنے کا مشورہ دے تو ارشاد ہوتا ہے پھر گزارہ کیسے کریں، جب دنیا کی چند روزہ زندگی میں گزارا کام اور مسلسل کام کے بغیر آپ نہیں کر سکتے تو راہ آخرت کے مسافر سے اتنی شدت سے کیوں باز پرس فرماتے ہیں اور ان کے کام کو کثیر سمجھ کر کیوں شرک وبدعت کے فتوے صادر فرماتے ہیں۔

یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہم ہمہ وقت اپنے دنیا کے کاموں میں مصروف ہیں اور وہ ہمہ وقت دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کے کاموں میں بھی مصروف ہیں اللہ کریم نے انہیں دونوں کام بیک وقت کرنے کی طاقت دے رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم بھی شاہراہ حیات میں چلتے ہوئے ان کا انداز اپنا سکیں۔

نیکی مسلسل کرنے سے نیکی کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے پھر یہ کثرت قلت میں بدلتی جاتی ہے اور راہ حق کا مسافر جب دنیا چھوڑنے لگتا ہے تو یہ کثیر اعمال کا پہاڑ جسے وہ ساری زندگی استوار کرتا رہا ہے چھوٹا سا تودہ نظر آتا ہے شائد اسی حقیقت کی طرف بڑے حسین پیرایہ بیان میں امت کے امام اول سیدنا صدیق ؓ نے ارشاد فرمایا۔

کیف حالی یا الٰہی لیس لی خیر العمل (یااللہ! میرا کیا حال ہے کہ میرے پاس اچھا عمل نہیں ہے۔" جن کے پاس سب کچھ ہے وہ اسے قلیل سمجھ رہے ہیں اور جن کے پاس کچھ نہیں ہے وہ اسے کثیر سمجھ کر بدعت قرار دے رہے ہیں۔

ـ پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا   مگر حسین راہ راہ اولیا ہے

یہی راستہ قرآن و سنت نے بتایا ہے اسی کو عمل مصطفیٰ ﷺ سے سند قبولیت ملی ہے۔ اسی طرح انسان صفات ربانی کا مظہر قرار پاتا ہے اور فرشتوں کی نواؤں کا ہم نوا بن جاتا ہے، انبیاء گرامی کی اداؤں کا اسی طرح امین بنتا ہے اور اخلاف کے لئے خود مینار نور بن جاتا ہے۔ یہی چیز سب سے بڑی وراثت ہے اور اسی امانت کا امین حضرت انسان ہے۔

اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ

فقیر بے مایہ

سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

6-10-1996 بروز بدھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ

حمد اللہ کے لئے ہے جس طرح اس کی حمد کا حق ہے اور صلوۃ سلام ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے لئے ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے بندہ خاص ہیں۔ اللہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین اور احسان و نیکی کے ساتھ قیامت تک ریاضت و عبادت کرنے والوں، اور ان کے پیروکاروں پر راضی ہوگیا۔

حمد و صلوۃ کے بعد قارئین کرام کی خدمت میں امام عبدالحی لکھنوی کی تالیفات میں سے یہ تیسری کتاب ہے جن کی نشر و اشاعت کا میں نے وعدہ کیا تھا، اللہ کریم نے حضرت موصوف کی اس علمی خدمت پر میری اعانت فرمائی اور وہ ذرائع مہیا فرمائے جن سے ان مقاصد کی تکمیل ہو گئی۔

میں نے ان کی پیش کردہ احادیث اصل کتابوں سے ملائیں اور ان کی نصوص ان اصول کے سامنے پیش کیں جن سے وہ منقول تھیں اگر وہ اصول طبع کئے گئے تھے، میں نے ہر حدیث اور ہر اصل کا حوالہ اس کے اصل مصدر کو سامنے رکھ کر صفحہ لکھ دیا اور حسب موقع مختصراً تعلیقات لکھیں پھر ایک فہرست بھی ساتھ لگا دی تاکہ پہلی نظر میں ہی استفادہ کیا جا سکے۔

یہ عظیم کتاب جسے میں شاندار اور خوبصورت انداز سے شائع کر رہا ہوں پہلے دو دفعہ ہندوستان میں شائع ہو چکی ہے، پہلی دفعہ مصنف کی زندگی میں 1291ھ میں مکتبہ مصطفائی (ہندوستان) میں اور دوسری دفعہ مصنف کے وصال کے بعد 1337ھ میں مکتبہ یوسفی لکھنؤ میں چھپی۔ ان دونوں نسخوں کو سامنے رکھ کر یہ شاندار کتاب جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں میں نے مرتب کی ہے۔ مذکورہ دونوں طباعتوں میں کچھ لغزشیں اور کچھ تحریفات تھیں میں نے ان کی طرف اشارہ کئے بغیر ان کی اصلاح کر دی کیونکہ یہ

زیادہ تر ناقل کے قلم کا نتیجہ تھیں۔

میں نے اس کتاب کی ابتداء میں مولف رحمہ اللہ کے حالات زندگی نہیں لکھے کیونکہ میں ان کے حالات ان کی دو کتابوں "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" اور "الاجوبۃ الفاضلۃ لاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ" کے آغاز میں لکھ چکا ہوں جسے اس یکتا، نادر الوجود اور نجوبہ روزگار امام کے حالات کی رغبت و اشتیاق ہو وہ ان دونوں کتابوں سے معلوم کر سکتا ہے۔ امام موصوف کی کتابوں کو ان کی زندگی میں بھی اور وصال کے بعد بھی شرف قبول ملا ہے جس کسی نے ان کی کوئی کتاب پڑھی ہے یا ان کے نقل کردہ کلام کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بات کا اعتراف کرتا ہے یہ اس لئے کہ علامہ کا انداز تحقیق بڑا نرالا ہے اور بحث کا ہر انداز سے احاطہ فرما لیتے ہیں اور کہیں بھی نرمی، انصاف اور تواضع و عاجزی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

مولف رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں بھی اپنی اسی خوبصورت عادت پر کاربند ہیں آپ نے ان بے شمار علماء کا مختصر ترجمہ و تعارف بھی ساتھ دیا ہے جن سے انہوں نے حوالہ جات لئے ہیں اور ہر عبارت کے خاتمے پر لکھ دیا ہے۔ "منہ" (یعنی یہ عبارت بھی مولف کی ہے) جب کتاب دوسری دفعہ مولف کی وفات کے بعد چھپی تو طابع نے "منہ" کے ساتھ رحمتہ اللہ تعالیٰ بھی بڑھا دیا۔ تاکہ پتہ چل جائے کہ مولف رحمت الٰہی پا چکے ہیں اور وفات ہو گئی ہے۔ میں نے یہ عبارت اسی طرح رہنے دی ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ یہ مولف کے قلم سے نکلی ہے میں نے رحمتہ اللہ کو باقی چھوڑا کیونکہ وہ اس کے مستحق تھے اللہ کریم ان پر کرم و احسان فرمائے۔

اب انشاء اللہ حضرت مولف کی چوتھی کتاب "تحفۃ الاخیار باحیاء سنۃ سید الابرار ﷺ" کی بعونہ تعالیٰ طباعت و تحقیق ہو گی اللہ کریم ہمیں اس امام کے آثار سے نفع عطا فرمائے اور ان کی عظیم مولفات کی نشر و اشاعت میں ہماری مدد کرے۔ ہمیں دین، علوم دین اور علمائے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے اس عمل کو

اپنی ذات اقدس کے لئے خاص کرے، اور شرف قبولیت سے نوازے اور ہمارے اس عمل کے صدق ہمارے اہل خانہ، ہماری اولاد اور ہمارے بھائیوں کے اسلام اور ایمان کی حفاظت فرمائے جب ہم اسے ملیں تو وہ ہم سے راضی ہو، وہ ہم پر، ہمارے والدین، ہمارے مشائخ اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں پر رحم فرمائے کہ وہی تو سب سے بڑھ کر رحیم ہے۔

خادم علم

عبد الفتاح ابوغدہ

حلب 14 ربیع الاول 1386ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجہ تالیف

شکر گزاروں کی پاکیزہ اور مبارک حمدوں اور تعریفوں کی طرح سب تعریفیں سب دنیا کے پروردگار و مربی اللہ کریم کے لئے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے بغیر کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے یہ گواہی ہی ہمیں اولیاء و صالحین کے ساتھ حشر کرائے گی اور محنت وجد کرنے والے بندگان خدا کے ساتھ ہمیں دار سلامتی جنت میں داخل کرائے گی۔

میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے مخصوص بندے اور رسول ہیں وہ سب مکلفین کے لئے مبعوث ہیں، سب دنیاؤں کے لئے رحمت ہیں، سب زمینوں کے رسولوں کے خاتم ہیں۔[1]

میں آپ ﷺ پر قیامت کے دن تک مکمل، مقدس اور دائمی صلوۃ و سلام بھیجتا ہوں آپ ﷺ کی آل اور صحابہ کرام پر بھی صلوۃ و سلام ہو کہ وہ عبادت گزاروں کی مجالس کے عظیم لوگ اور زاہدوں کے انس کدوں کے رئیس حضرات ہیں ان کے تابع آئمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین، اولیاء اور عابدین سب پر درود و سلام ہو اللہ کریم ان سے اور ہم سب سے راضی ہوں۔

حمد و صلوۃ کے بعد اپنے قوی پروردگار کی معافی کا امیدوار بندہ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی انصاری حنفی۔ اللہ اس کے جلی و خفی گناہ معاف فرمائے۔ بن بحر ذخار معقول و منقول کے محقق، فروع و اصول کے مدقق مولانا حافظ الحاج محمد عبدالحلیم (اللہ انہیں جنت میں داخل فرمائے) کہتا ہے کہ جب میرے گلے سے بچپن والے تعویذ اتارے گئے اور میرے سر پر پگڑیاں باندھی گئیں تو میں فن اسماء الرجال کی کتابیں پڑھنے میں مصروف ہو گیا اور ارباب کمال کے مناقب میں لکھے گئے صحائف میں مشغول ہوا تاکہ میں بھی ان لوگوں جیسے اخلاق کو اپنا خلق بنا لوں اور ان کی صفات سے اپنے آپ کو مشابہ قرار دے سکوں تاکہ صحیح مسلک اور صلاح فطرت کو پا سکوں

جیسا کہ کہنے والے نے کہا

میں نیک لوگوں سے محبت تو کرتا ہوں مگر ان میں شامل نہیں ہوں شائد اس محبت کی وجہ سے صلاحیت پالوں۔

مجھے اسلاف کے مجاہدات کا علم ہوا جنہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ عبادت کی جدوجہد میں صرف فرمایا اسلاف کی ریاضات پر بھی میں نے اطلاع پائی جنہوں نے نیکی اور اس میں مزید اضافہ کے لئے کثرت عبادت و ریاضت کو اپنا شعار بنایا' مجھے اس مطالعہ کے بعد خیال آیا یقیناً یہی سیدھا راستہ ہے اور اسی کے ذریعے نعمتوں بھرے درجات کو پانے والوں نے پایا ہے۔

جب میرا حال بتدریج ترقی پذیر ہوا' میرے جلال والے پروردگار نے مجھ پر کرم فرمایا علم کتب حدیث حاصل ہوا اور شاندار انداز سے نبی کریم ﷺ کی احادیث و واقعات کے اسرار بذریعہ کشف کھلے تو میرے سامنے وہ احادیث آئیں جو عبادت میں تشدد اور سختی سے روکتی تھیں اور زہد میں انتہا پسندی کی مانع تھیں۔

میرے دل میں کھٹکا ہوا کہ ان احادیث اور ان اکابر کے مجاہدات و ریاضات میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ میں نے پھر احادیث میں وسعت نظر پیدا کی اور آثار پر خوب سوچ بچار کی' محقق شارحین کی تحقیقات کو سمجھنے کی کوشش کی' فقہاء اور محدثین کی تنقیحات کو میں نے خوب جانچا اور پرکھا' اب مجھے معلوم ہوا کہ احادیث و اخبار اس سلسلہ میں مختلف ہیں' کچھ سے تو پتہ چلتا ہے کہ مجاہدات ٹھیک ہیں اور کچھ سے معلوم ہوتا ہے کہ میانہ روی بہتر ہے' سب احادیث اپنے مقام و محل اور موقع پر درست ہیں' جن احادیث میں مجاہدات کا ذکر ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہیں جن میں ہمت ہے اور وہ ایسے مجاہدات کر سکتے ہیں اور جن احادیث میں میانہ روی کا ذکر ہے وہ ان حضرات کے لئے ہیں جو مجاہدات پر قادر نہیں ہیں' علمائے عالی مرتبت اور آئمہ کرام کے ارشادات میں مجھے یہی کچھ ملا ہے۔

میں اسی انداز کی سوچوں میں تھا کہ کسی کہنے والے کی یہ بات کانوں میں پڑی "عبادت میں زیادہ جدوجہد کر کے پوری رات جاگنا' ایک رکعت میں پورا قرآن

پڑھنا' ہزار رکعت نوافل ادا کرنا ایسی ہی اور باتیں جو آئمہ کرام سے منقول ہیں سب بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"[2]

میں نے جب یہ بات سنی تو حیرت زدہ ہو گیا' میں نے اسے کہا دیکھو تو سہی یہ مجاہدات فرمانے والے صحابہ' تابعین اور محدثین کے گروہ ہیں' کیا یہ بدعتی ہیں؟
اس نے پھر کہا کہ ان مجاہدات سے روکنے والی احادیث موجود ہیں اور صحیح کتابوں میں مروی ہیں۔

میں نے جواباً کہا یہ بات صرف وہی کہہ سکتا ہے جس کی نظر میں وسعت نہ ہو اور اس کی سوچیں صرف الفاظ کے ظاہر تک محدود ہوں' کیا تمہارے کانوں میں یہ بات نہیں آئی کہ بدعت وہ ہوتی ہے جو قرون ثلاثہ (صحابہ) تابعین اور تبع تابعین' کے عرصہ میں نہ ہو اور چاروں اصلوں (قرآن' سنت' اجماع امت اور قیاس) میں اس کا وجود نہ ہو' یہ مجاہدات تو ان مبارک زمانوں میں موجود تھے اور ان کے جواز بلکہ ان کے استحباب پر شرعی نصوص موجود ہیں۔ بشرطیکہ کسی کو ان کے علم کی قدرت ہو۔

اس نے پھر ایک اعتراض جڑ دیا کہ کچھ علمائے زمانہ نے ان کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے اور ان علماء کا ارشاد دین میں پختہ لوگوں کے ہاں مقبول ہے۔

میں نے جواباً کہا اگر بات یہی ہے تو پھر ایسے عالم دین کو مجاہدات سے روکنے والی احادیث نے اشتباہ میں ڈال دیا ہے اور اس کی نظر شریعت کے سب اصولوں پر نہیں پڑی' وہ عالم معذور بلکہ ماجور ہے[3]۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ متقدمین' محدثین اور فقہاء نے ان مجاہدات کے جائز ہونے کی توضیح و تصریح فرمائی ہے تو پھر اس بحث میں ان کے ارشادات کیوں نہ مانیں جائیں؟
میری اس بات پر معترض نے سوچتے ہوئے سر جھکا دیا اور اپنے جی میں حیران ہو کر لیٹ رہا۔[4]

پھر میرے کان میں یہ آواز بھی آئی کہ معترض کی یہ بات عوام و خواص میں پھیل چکی ہے وہ بہ بانگ دہل چلا رہے ہیں کہ یہ زیادہ مجاہدات جو مجاہدہ کرنے

والے حضرات سے منقول ہیں یہ بدعات قبیحہ ہیں یہ لوگ اس طرح ان اسلاف اور اخلاف کو اپنے تیروں سے نشانہ بنا رہے ہیں جو درجات کاملہ عالیہ پر فائز ہیں' میں نے ان کی بات کا شدت سے انکار کر دیا اور مباحث کی مجالس میں حق متوسط کی تحقیق کر دی۔

اب میں ارادہ کر چکا تھا کہ اس موضوع و بحث پر ایک مکمل رسالہ لکھوں گا اس جیسا پہلے کسی نے نہیں لکھا ہو گا ایک شفا بخش کتابچہ ہو گا جس کی مثال پہلوں کے پاس نہیں ہو گی مگر میں تو شرح وقایہ کی شرح "السعاية فی كشف ما فی شرح الوقاية" کی تالیف میں مصروف تھا جو بذات خود ایک مبسوط شرح ہے اور ایسا خزانہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور شرح کی ضرورت نہیں رہتی اس کے ہر مسئلہ میں علمائے گرامی کے نظریات ومذاہب کی دلائل سمیت تفصیل ہے اور ان مسائل پر وارد ہونے والے سوالوں کے جوابات ہیں یہ مصروفیت اس رسالہ کے لکھنے سے مجھے روک رہی تھی۔

پھر احباب کا ایک گروہ آیا اور درخواست کی کہ اس مقصد اعلیٰ کی طرف توجہ فرمائی جائے اور احباب کا ایک اور طبقہ بھی مصر ہوا کہ اس مقصد سامیہ کے پیچھے پڑا جائے میں نے سعایہ کی تالیف کے اوقات میں سے چند لمحات چھینے اور اس نئے رسالے کی تدوین میں مصروف ہو گیا میں نے اپنے لئے یہ بات ضروری قرار دے لی کہ اپنے مطلب کو دلائل سے مضبوط کروں گا' دوران تحریر شاندار علمی لطائف اور لطف دار اعلیٰ مقاصد سمیٹتا جاؤں گا رسالے کا نام ایسا رکھوں گا کہ اس کا نام ہی موضوع کا پتہ دیدے گا یعنی

"اقامه الحجة علىٰ لن الاكثار فی التعبد ليس ببدعة"

(اس پر دلیل کہ عبادت میں کثرت بدعت نہیں ہے)

اس کا ایسا لقب رکھوں گا کہ تدوین کے آغاز سے ہی تدوین شدہ کتاب کی وضاحت ہو جائے یعنی نصرة العابدين بدفع طعن الخامدين (بجھی طبیعت لوگوں کے طعنے دور کرنے کے لئے عبادت گزاروں کی مدد و نصرت) اس سے استفادہ کرنے

والوں سے متوقع ہوں کہ وہ اسے نظر انصاف سے ملاحظہ فرماتے ہوئے مکر و تعصب سے پہلو تہی کریں گے اور اگر اسے اپنی رائے کے خلاف پائیں تو تردید کی طرف جلدی نہ بڑھیں بلکہ اسے درست ترازو پر تولیں تاکہ ان لوگوں میں شامل نہ ہوں جن کے لئے شاعر نے کہا ہے۔

○ جس طرح حسین عورت کی سوکنیں حسد و بغض کی وجہ سے کہتی ہیں کہ اس کا چہرہ تو بدصورت ہے۔

○ جب لوگ کسی جوان کی سعی وجد تک نہیں پہنچ پاتے تو اس سے حسد کرتے ہیں اس سے دشمنی کرتے اور اس سے جھگڑتے ہیں۔

میں اللہ کریم سے عاجزی و تضرع سے التماس کرتا ہوں کہ اس تصنیف میں سب خواص و عوام کو نفع عطا فرمائے اور اپنی جلال و اکرام والی ذات اقدس کے لئے اسے خالص فرمائے میرے اقدام کو خطاو لغزش سے اور میرے قلم کو سہو و خلل سے محفوظ و مصون فرمائے۔

یہ رسالہ دو اصلوں' دو مقصدوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے (جن کی تفصیل یہ ہے) پہلا اصل' جسے صحابہ' تابعین اور تبع تابعین نے خود کیا یا ان کے زمانے میں ہوتا رہا اور انہوں نے انکار نہیں فرمایا وہ بدعت نہیں ہے۔

دوسرا اصل' گروہ مجاہدات کرنے والے اور طبقہ عابدین میں سے کچھ حضرات کا ذکر۔

پہلا مقصد اس بات کے ثابت کرنے میں کہ طاقت کے مطابق مجاہدات کرنا بدعت نہیں ہے۔

دوسرا مقصد اس کے لئے ہے کہ کثرت ریاضات سے روکنے والی احادیث اور آئمہ شرع کی کثرت ریاضات میں تطبیق کی صورت کیا ہے۔ خاتمہ میں تراویح میں ایک رات میں ختم قرآن کا حکم ہے اور یہ عمل امت میں متعارف ہے وہ لوگ اس عمل کو آخرت میں اچھے ثواب اور عمدہ جزا کا موجب سمجھتے ہیں۔

پہلا اصل

اس اصل میں اس کا ثبوت ہے کہ جو صحابہ' تابعین اور تبع تابعین نے خود کیا یا ان کے دور میں جو کام ہوتا رہا اور انہوں نے اس کا انکار نہیں فرمایا وہ ایسی بدعت نہیں ہے جس سے شارع علیہ السلام نے ہمیں محتاط رہنے کا حکم دیا ہے۔

علامہ محقق سعد الدین تفتازانی نے شرح المقاصد کی بحث الٰہیات میں فرمایا "ماتریدی اور اشعری محققین میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو بدعتی اور گمراہ نہیں کہتا اس طرح تو صرف متعصب اور باطل پرست لوگ ہی کرتے ہیں۔ یہ لوگ تو فروع اختلافات میں بھی ایک دوسرے کو بدعتی اور گمراہ کہتے ہیں۔ (علامہ اب فروعی اختلافات میں ان باطل پرستوں کی مثالیں دیتے ہیں) مثلاً جان بوجھ کر بسم اللہ چھوڑنے والے کا ذبیحہ۔ سبیلین کے بغیر کسی اور جسم کے حصے سے کچھ نکلنے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا مسئلہ' ولی کے بغیر نکاح کے جواز کا مسئلہ۔ سورۃ فاتحہ کے بغیر ادائیگی نماز کا معاملہ[5]۔

ان باطل پرستوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ مذموم بدعت تو وہ ہے جو دین میں خود نکالی جائے اور وہ دور صحابہ و تابعین میں نہ ہو اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل شرعی ہو' کچھ جاہل ہر اس بات کو جو دور صحابہ میں نہ ہو بدعت مذمومہ کہہ دیتے ہیں اگرچہ اس کی قباحت کی ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہ ہو اور دلیل یہ ارشاد نبوی دیتے ہیں کہ "نئے معاملات سے بچو" اس حدیث پاک کا مطلب تو یہ ہے کہ دین میں وہ شامل نہ کرو جو دین میں شامل نہیں" (شرح المقاصد' 2 = 271)

بدعت کی تحقیق

مجالس الابرار[6]۔ میں ہے کہ بدعت کے دو معنی ہیں ایک تو عام لغوی معنی مراد ہے کہ مطلقاً ہر نئی بات خواہ اس کا تعلق عادات سے ہو یا عبادات سے۔

دوسرا شرعی خاص معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بعد دین میں زیادتی یا کمی کر دینا جس کی اجازت شارع علیہ السلام نے نہ قولاً دی ہو نہ فعلاً اور

نہ ہی صراحتاً" اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہو اور نہ ہی اشارۃً"۔ عموماً حدیث میں یہ لفظ انہی شرعی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اسی کتاب میں ہے آپ کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ سب لوگ (اس کے بدعت ہونے پر) متفق ہیں جو دور صحابہ کے بعد پیدا کی گئی [7]۔ بلکہ بعد کے ہر شخص کو صحابہ کے احوال و اعمال کا بھرپور تجسس کرنا ہوگا۔ کیونکہ آج سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑھ کر اللہ کریم کے وہی قریب ہے جو صحابہ گرامی کے ساتھ سب سے بڑھ کر مشابہ ہے اور ان کے طریقے کا سب سے بڑھ کر عارف ہے کیونکہ دین ان صحابہ کرام سے ہی لیا گیا ہے اور صاحب شرع علیہ السلام سے شریعت کے نقل کرنے میں یہی حضرات اصول ہیں۔

امام زادہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

شرعۃ الاسلام [8]۔ میں ہے وہ سنت جسے ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے وہی ہے جس پر قرون ثلاثہ متفق ہیں جن کی نیکی و اچھائی پر شرعی شہادت موجود ہے۔ یہ خلفائے راشدین کا اور سید کل علیہ السلام کے ہم عصر حضرات، ان کے تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے ان ادوار کے بعد ان کے انداز کو چھوڑ کر جو نئی بات پیدا کی جائے وہ بدعت ہے اور ہر ایسی بدعت گمراہی ہے صحابہ عالی مقام عہد نبوت میں جس بات کے عادی نہیں تھے اس کا شدت سے انکار فرماتے تھے خواہ وہ بات کم ہوتی یا زیادہ، چھوٹی ہوتی یا بڑی۔ (شرعۃ الاسلام - 9)

علامہ یعقوب رومی کا ارشاد

علامہ یعقوب [9]۔ بن سید علی رومی نے "مفاتیح الجنان شرح شرعۃ السلام" میں لکھا ہے کہ ہر وہ بدعت جو ادوار ثلاثہ کے انداز اور قرن و طریقے پر نہ ہو وہ گمراہی و ضلالت ہے ورنہ تحقیقی بات یہ ہے کہ کئی بدعتیں مقبول اور مستحسن ہیں۔

10

کچھ بدعات مردود اور بری ہیں یہ وہی ہیں جو صحابہ و تابعین کے ادوار کے بعد ان کے انداز کے خلاف بنا لی گئی ہیں اگر وہ حضرات ان بدعات کو دیکھتے تو انکار فرما دیتے۔ (شرح شرعۃ، 9)

ایک اور رومی کی تحقیق

طریقہ محمدیہ کے مصنف حضرت محمد آفندی [11]۔ برکلی رومی فرماتے ہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ سرکار ﷺ کے اس ارشاد کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور فقہاء کے اس قول کہ بدعت کبھی مباح ہوتی ہے۔ مثلاً آٹا چھاننے والی چھنی استعمال کرنا یا گندم کا مغز نکال کر ہمیشہ اسی کو سیر ہو کر کھانا۔ اور کبھی مستحب ہوتی ہے مثلاً مدارس اور میناروں کی تعمیر کرنا اور کتابیں تصنیف کرنا بلکہ کبھی تو واجب ہوتی ہے مثلاً ملحدوں اور بے دینوں کے شبہات و اعتراضات کے جواب میں دلائل کو اچھے انداز سے مرتب کرنا، ان میں تطبیق کیسے ہو گی۔ [12]۔

اس سوال کا ہم یوں جواب دیتے ہیں کہ بدعت کا ایک تو عام لغوی معنی ہے کہ ہر نئی چیز خواہ عبادت ہو یا عادت بدعت ہے کیونکہ یہ ابتداع بمعنیٰ احداث (نئی چیز پیدا کرنا) کا اسم ہے جس طرح ارتفاع سے رفعت اور اختلاف سے خلفت ہے۔ فقہاء کی عبارت میں اس معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ دور اول کے بعد جو چیز اس انداز کے خلاف بنائی گئی۔ وہ مطلقاً بدعت ہے۔

دوسرا خاص شرعی معنی ہے۔ اس وقت اس کا مطلب ہوتا ہے کہ دین میں کوئی کمی یا زیادتی جو شارع ﷺ کے قولی، فعلی، صریحی یا اشاری اجازت کے بغیر دور صحابہ کے بعد پیدا کر دی گئی ہو، اس بدعت کا تعلق عادات سے نہیں ہوتا کچھ اعتقادات اور کچھ عبادات سے ہوتا ہے۔ سید کل علیہ السلام نے کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے) سے یہی معنی مراد لیا ہے۔ اس کی دلیل حضور ﷺ کا دوسرا ارشاد ہے کہ "میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو" نیز یہ ارشاد ہے کہ "تم اپنی دنیا کا معاملہ اچھی طرح سمجھتے ہو" (مسلم) اور تیسرا یہ ارشاد ہے کہ "جو ہمارے اس دین کے معاملے میں ایسی چیز پیدا کر دیتا ہے جو دین میں

شامل نہیں ہے تو وہ مردود ہے"[13]۔ (بخاری و مسلم الطریقتہ المحمدیہ' 1 = 120)
طریقہ محمدیہ کے حاشیہ پر خواجہ زادہ نے لکھا ہے کہ بعد الصحابہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا معاملہ اگر خلفائے راشدین کے دور میں ہوا ہے تو وہ بدعت نہیں ہے کیونکہ خلفائے راشدین کی سنت حضور ﷺ کی ہی سنت ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا اپنا ارشاد ان حضرات کی سنت کے تمسک کے بارے میں بالکل واضح ہے۔[14]

علامہ نابلسی کا ارشاد گرامی

الحدیقہ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ میں علامہ عبدالغنی نابلسی[15]۔ مصنف کے قول بعد الصدر الاول (صدر اول کے بعد) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سلف سے مراد وہ متقدمین ہیں جو دور نبوی ﷺ اور دور صحابہ میں تھے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "میرے بعد میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم سمجھنا" اس حدیث سے پتہ چلا کہ جو خلفائے راشدین کے دور میں ہو گا وہ بدعت نہیں بدعت تو وہ ہو جو ان کے' تابعین اور تبع تابعین کے بعد نیا بنے گا۔ (الحدیقہ الندیہ' 1 = 136)

یہ ہیں علمائے گرامی کے ارشادات جس کا مطلب یہ ہے کہ جو نئی چیز دور صحابہ بلکہ دور تابعین وتبع تابعین میں پیدا ہوئی اور ان حضرات نے اس پر اعتراض نہیں کیا تو وہ بدعت نہیں ہے اور اس پر عمل کرنا ضلالت نہیں ہے۔

تفصیل

جو شئی بھی سید کل ﷺ کی ظاہری حیات میں تھی۔ خواہ سرکار ﷺ نے وہ کام خود کیا یا صحابہ نے کیا اور آپ ﷺ نے اسے جاری رکھا تو اس پر اتفاق ہے کہ وہ بدعت نہیں ہے۔ جو بات یا جو عمل دور نبوی میں نہیں آپ ﷺ کے بعد حادث و جاری ہوا وہ عام معنی کے حساب سے بدعت ہے اس کا مطلب ہے مطلقاً عہد نبوی کے بعد وہ حادث و موجود ہوا۔ اب یہ عمل یا تو عادت میں شامل ہو گا یا

عبادت میں شامل ہو گا۔

اب اگر وہ عادت میں شامل ہے تو جب تک اس کے قبح وخرابی پر دلیل شرعی موجود نہ ہو وہ قطعاً" بدعت نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ عبادت میں شامل ہے تو کیا وہ دور صحابہ میں سامنے آیا۔ سب صحابہ یا بعض صحابہ نے اس پر عمل کیا' اور لوگوں نے اس پر عمل کیا اور صحابہ کرام کو اس کا علم تھا۔

اگر دور صحابہ میں نہیں تھا تو کیا وہ دور تابعین سے متعلق ہے یا وہ دور تبع تابعین سے وابستہ ہے اگر تین دوروں میں نہیں تو پھر ان کے بعد آج تک کسی بھی عرصے میں وہ کام ہوا ہو گا۔

اب اگر دور صحابہ میں وہ کام ہوا ہے اور باوجود اس کا علم ہونے کے انہوں نے اس کا انکار فرمایا ہے یا نہیں۔

1:- پہلی صورت یہ ہے کہ انہوں نے اس کا انکار فرمایا ہے تو وہ بدعت ضلالت ہے اس کی مثال دونوں عیدوں کی نمازوں سے پہلے عید کا خطبہ پڑھنا ہے۔ اپنے دور میں مروان نے جب اس طرح کیا تو سیدنا ابوسعید خدری ؓ نے شدت سے اس بات کا انکار فرمایا۔ یہ واقعہ بخاری وغیرہ کتب میں حضرت ابوسعید خدری ؓ سے یوں مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سید کل ﷺ یوم فطر اور یوم ضحیٰ میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر پلٹ کر لوگوں کے بالمقابل سامنے قیام فرماتے' لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے' آپ ﷺ ان کے سامنے وعظ فرماتے نصیحتیں ارشاد فرماتے کئی احکام بیان فرماتے' لوگوں کا پھر اسی پر عمل رہا پھر مروان شہر کا والی بنا' میں اس کے ساتھ عید قربان یا عید فطر میں نماز کے لئے نکلا۔ جب ہم عید گاہ پہنچے تو وہاں کثیر بن صلت کا بنایا ہوا منبر پڑا تھا۔ مروان نماز سے پہلے اس پر چڑھنے لگا۔ میں نے اس کا کپڑا کھینچا مگر وہ کپڑے چھڑا کر منبر پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ پڑھ دیا۔ میں نے اسے کہا قسم بخدا تم نے اصل بات ہی بدل دی' اس نے جواب دیا ابو سعید جو آپ جانتے ہیں وہ گزر گیا۔ میں نے اسے جواب دیا قسم بخدا جو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔[16]۔ یہ سن کر وہ بولا کہ لوگ نماز

پڑھنے کے بعد ہمارا خطبہ سننے کے لئے بیٹھتے نہیں ہیں لہٰذا میں نے نماز سے پہلے خطبہ پڑھ دیا ہے۔

ایک مثال اور بھی ملاحظہ فرمائیں خطبہ جمعہ کے دوران دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھانا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ بشر بن مروان نے ایسا کیا تو حضرت عمارہ نے اعتراض فرمایا۔ مسلم اور ابوداؤد وغیرہ نے حصین بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمارہ بن رؤیبہ نے جمعہ کے خطبہ کے دوران ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے بشر بن مروان کو دیکھا تو فرمایا اللہ ان ہاتھوں کو خراب کرے میں نے رسول اقدس ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے دیکھا وہ تو صرف اس ایک انگوٹھے کے ساتھ والی انگشت شہادت کو ہی استعمال فرماتے تھے۔ [17]

2 :- دوسری صورت یہ ہے کہ وہ نئی بات دور صحابہ میں ہوئی مگر ان حضرات نے اس کا انکار نہیں فرمایا بلکہ اپنی رضا اور موافقت کا اظہار فرمایا تو پھر یہ نئی بات شرعی بدعت نہیں ہو گی اگرچہ اسے عام معنی میں بدعت کہا جا سکتا ہے۔ مگر اب لفظ بدعت کے ساتھ حسنہ کی قید لگا کر اسے بدعت حسنہ کہیں گے۔ مثلاً جمعہ کے دن پہلی اذان ہے۔ امام بخاری' ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہ نے حضرت سائب بن یزید سے روایت لی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن پہلی اذان عہد نبوی اور عہد صدیقی وفاروقی میں اس وقت ہوئی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا' جب سیدنا عثمان ؓ کا دور آیا اور لوگوں کی کثرت ہو گئی تو آپ نے مقام زوراء[18] پر تیسری اذان کا اضافہ کر دیا۔ نووی فرماتے ہیں کہ یہ تیسری اس طرح ہوئی کہ اقامت کو بھی اذان کہا جاتا ہے۔[19]

اسی طرح کی ایک مثال ایک شہر میں کئی جگہوں پر نماز عید کا ہونا ہے۔ منہاج السنہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ[20] نے لکھا ہے کہ سیدنا حیدر کرار ؓ نے اپنے دور خلافت میں دوسری نماز عید جامع مسجد میں پڑھنے کی اجازت فرما کر ایک نئی بات پیدا کر دی۔ کیونکہ عہد نبوی' دور صدیقی و فاروقی و عثمانی کی سنت معروفہ یہ تھی کہ شہر میں صرف ایک جمعہ ہوتا تھا اور عید قربان اور عید فطر میں صرف ایک ہی نماز

عید پڑھی جاتی تھی۔ جب حیدری دور آیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ شہر میں بہت سے ضعیف و ناتواں لوگ ہیں جو عید گاہ تک چل کر نہیں آ سکتے۔ آپ نے ایک شخص کو اپنا جانشین بنایا کہ وہ لوگوں کو مسجد ہی میں نماز پڑھا دے
(منہاج السنہ' 3 = 204)

تیسری مثال اگر مسجد میں نماز جماعت سے پڑھی جا چکی ہو جس کے لئے اذان و اقامت بھی ہوئی ہو پھر اور لوگ آ جائیں اور چاہیں کہ جماعت سے نماز پڑھیں تو کیا ان کے لئے بھی اذان و اقامت جائز ہو گی؟ آئمہ نے یہاں تین صورتیں بیان کی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ اذان و اقامت دونوں کریں۔ دوسری کہ اذان نہ دیں اقامت کہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ نہ اذان دیں نہ اقامت کہیں۔ اسی طرح کنز کی شروح اور در مختار کے حواشی میں تحریر ہے۔[21]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دوسری جماعت کے لئے اذان اور اقامت بدعت ہے یہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے باب فضل الجماعہ میں تعلیقاً ذکر فرمایا ہے کہ حضرت انس ؓ ایک ایسی مسجد میں تشریف لائے۔ جہاں جماعت ہو چکی تھی تو آپ نے وہاں اذان کہی اور اقامت کہی اور جماعت سے نماز پڑھی' قسطلانی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ ابویعلی نے کہا ہے کہ یہ نماز صبح تھی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ یہ مسجد بنی رفاعہ کا واقعہ ہے۔ بیہقی نے ایک اور روایت میں کہا ہے کہ حضرت انس ؓ کے ساتھ اپنے بیس جوان تھے۔ اس اثر سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری جماعت کے لئے اذان اور اقامت کا تکرار بدعت نہیں ہے۔ اگر تفصیل درکار ہے تو شرح وقایہ کی میری شرح "السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ" کی طرف رجوع کیا جائے۔[22]

چوتھی مثال لوگوں کو تذکیر و نصیحت کرنا جسے عرف عام میں وعظ کہا جاتا ہے علامہ تقی الدین احمد بن علی مقریزی[23]۔ مورخ مصر نے اپنی کتاب "المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار" میں لکھا ہے کہ عمر بن شبہ نے ذکر فرمایا کہ حضرت حسن سے پوچھا گیا کہ یہ واقعات و قصص (وعظ) کب شروع ہوئے؟ انہوں نے جواباً بتایا کہ

خلافت عثمانی میں شروع ہوئے تھے ان سے دریافت کیا گیا کہ سب سے پہلے کس نے وعظ شروع کیا؟ انہوں نے فرمایا پہلے واعظ تمیم داری ؓ تھے' ابن شہاب سے منقول ہے کہ سب سے پہلے جس نے مسجد نبوی میں وعظ کا آغاز کیا وہ تمیم داری ؓ تھے۔ انہوں نے فاروق اعظم ؓ سے وعظ و نصیحت کی اجازت چاہی تو آپ نے انکار فرما دیا' جب آپ کی خلافت کا آخری دور تھا تو اجازت دی کہ جمعہ کے دن ان کی تشریف آوری سے پہلے وعظ کیا کریں' پھر انہوں نے سیدنا عثمان ؓ سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا ہر جمعے میں دو دفعہ وعظ کر لیا کرو تو تمیم اس طرح کرتے رہے۔[24]

(المواعظ' 3 = 199)

پانچویں مثال

رمضان کی راتوں میں بیس رکعت نماز تراویح کی ہے۔ اس کا اجراء دور فاروقی میں ہوا۔ انہوں نے خود اس بارے میں ارشاد فرمایا "یہ کتنی اچھی بدعت ہے" آپ نے عام معنی کو ملحوظ رکھ کر اسے بدعت کہا اس کی صفت حسین اور عمدہ سے کی تاکہ پتہ چل جائے کہ ہر نئی عام بات بدعت نہیں ہوتی۔ انہوں نے اس لفظ کا شرعی معنی مراد نہیں لیا تاکہ یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر بدعت تو گمراہی ہوتی ہے پھر وہ حسین کیسے ہوئی۔ میں نے اپنے رسالے "تحفہ الاخیار فی احیاء سنہ الابرار" میں اس کی پوری تحقیق کی ہے۔[25]

چھٹی مثال

وتروں میں دعائے قنوت کی تکبیر اور اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی ہے بعض حنفیوں نے یہ دونوں چیزیں واجب قرار دی ہیں اور لوگوں میں یہی بات مشہور ہے لیکن محقق احناف نے انہیں واجب نہیں مانا۔ "البحر الرائق" [26] میں ہے کہ شارح (علامہ زیلعی شارح کنز) نے تکبیر قنوت کو چھوڑنے پر سجدہ سہو کے وجوب کو لازم قرار دیا ہے۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ عدم وجوب کو ترجیح دی جائے کیونکہ تکبیرات میں

یہی (واجب نہ ہونا) اصل ہے اور اس کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ مر دونوں عیدوں کی تکبیریں اس تکبیر کے خلاف ہیں۔ ان کے وجوب پر مواظبت (سید کل ﷺ کا انہیں چھوڑے بغیر ہمیشہ عمل میں لانا ہے) کی دلیل بھی ہے اور اس کے ساتھ اللہ کریم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ واذکروا اللہ فی ایام معدودات (گنتی کے دنوں میں اللہ کا ذکر کرو) (بحر الرائق' 2 = 96)

فتاویٰ قاضی خان[27] میں ہے کہ تکبیر قنوت کے وقت ہاتھ اٹھانا واجب نہیں ہے۔ جس طرح تکبیر افتتاح میں واجب ہے لہٰذا عید میں اسے چھوڑنے سے سجدہ سہو لازم نہیں آئے گا۔ قاضی خان کی عبارت ختم ہوئی۔[28]

کچھ علماء نے مبالغہ سے کام لیتے ہوئے ان دونوں (تکبیر اور رفع یدین) کو بدعت شمار کیا ہے کیونکہ سید کل ﷺ سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ مگر ان کا یہ گمان فاسد ہے کیونکہ اگرچہ اس کا ثبوت سرکار ﷺ سے نہیں ہے مگر یہ کچھ صحابہ گرامی سے ثابت ہے۔ تو پھر یہ بدعت نہیں بلکہ اسے سنت یا مستحب کہنا ہوگا۔

ایک سوال

مجھ سے 1288ھ میں اس کے بارے میں سوال کیا گیا۔ علمائے کرام کا ارشاد اس بارے میں کیا ہے کہ زید کہتا ہے کہ وتروں کی تیسری رکعت میں قرات کے بعد دعائے قنوت اور تکبیر سے پہلے رفع یدین کرنا جس طرح کہ مروج ہے بدعت سیئہ ہے کیونکہ اس مقام پر حدیث میں رفع یدین کا ثبوت نہیں ہے' تو کیا زید کا یہ کہنا درست ہے یا غلط ہے؟ مزید یہ کہ کیا تکبیر اور رفع یدین اس مقام پر سنت ہیں یا مستحب ہیں جواب دے کر ثواب حاصل فرمائیں۔

جواب

میں نے یہ جواب دیا کہ تکبیر اور قنوت کے وقت رفع یدین نبی مکرم ﷺ سے یہاں ثابت نہیں ہے' صاحب ہدایہ نے رفع یدین کے لئے یہ دلیل دی ہے کہ "سید

کل ﷺ نے فرمایا کہ سات مقامات کے بغیر ہاتھ نہ اٹھائے جائیں: تکبیر افتتاح، تکبیر قنوت، تکبیر عیدین، اور حج میں چار مقامات پر۔" لیکن عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں کئی سندوں سے اس حدیث کی تخریج فرمانے کے بعد لکھا "ان سب روایات کو دیکھ لیجئے کیا ان میں کہیں قنوت کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ یہ تو صرف ہمارے احناف کی کتابوں میں ہی مذکور ہے۔ جن میں مصنف (صاحب ہدایہ) بھی شامل ہیں" (البنایہ باب صفۃ الصلوۃ 1 = 262) باب الوتر میں انہوں نے مزید فرمایا "ہم باب صفۃ الصلوۃ میں ذکر کر چکے ہیں کہ حدیث میں جیسا کہ بخاری، بزار اور طبرانی کی مرویات ہیں کہیں بھی قنوت کا ذکر نہیں ہے[29]۔ (البنایہ، 1=829)

علامہ فاضل معین[30]۔ نے اپنی کتاب "دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنہ بالحبیب" میں لکھا ہے کہ جن مسائل کی کوئی اصل موجود نہیں[31]۔ ہے ان میں فقہا کا یہ قول بھی ہے کہ وتروں کی قنوت سے پہلے تکبیر کہنا واجب ہے۔

مجھے اس کے لئے کوئی مرفوع حدیث[32]۔ نہیں ملی یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ سرکار کریم ﷺ نے اسے لگاتار اور مواظبت سے زیر عمل رکھا ہو بلکہ اسے چھوڑنے والے کو وعید فرمائی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر اسے واجب کہنا صحیح ہو سکتا تھا۔ لیکن میں اس کے باوجود اس پر عمل کرتا ہوں اور کبھی یہ تکبیر چھوڑتا نہیں ہوں کیونکہ مجھے حنفیوں سے حسن ظن ہے لیکن میں اسے واجب نہیں سمجھتا۔

ایسے بے اصل مسئلوں میں ایک مسئلہ امام ابوحنیفہ کا یہ قول ہے کہ قنوت کی تکبیر کے وقت رفع یدین واجب ہے۔[33] لیکن میرے نزدیک تاحال کسی جلیل المرتبت تابعی کا کوئی اثر بھی اس سلسلے میں ثابت نہیں ہے صحابی کی تو بات ہی دور کی ہے۔
(دراسات، 408)

دراسات میں علامہ معین نے مزید یہ لکھا کہ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ وتروں کی قنوت میں رفع یدین فرماتے تھے۔ انہی کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب وہ وتروں کی آخری رکعت کی قرات سے فارغ ہوتے تو صرف تکبیر پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی سند

عبدالرحمان بن اسود کے ذریعے سے نقل کیا ہے، انہوں نے اپنے باپ اسود سے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ جب قرات سے فارغ ہوتے وتروں کی آخری رکعت میں تو تکبیر کہہ کر قنوت پڑھتے اور جب قنوت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہہ کر رکوع پر چلے جاتے، حنفیوں نے دو مقامات پر سیدنا ابن مسعود ؓ کی مخالفت کی انہوں نے قنوت میں رفع یدین کی بدعت گھڑلی اور تکبیر پر اس رفع یدین کو بڑھا دیا۔
علامہ معین کی عبارت ختم ہوئی۔[34]

کتاب الاثار میں امام محمد نے لکھا ہے کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے حضرت حماد سے انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کیا کہ وتروں میں قنوت سے پہلے رمضان اور دیگر سب مہینوں میں واجب ہے جب تو قنوت پڑھنا چاہے تو تکبیر پڑھ لے۔
(کتاب الآثار۔ 42)

غایۃ البیان شرح ہدایہ میں علامہ اتقانی[35]۔ نے لکھا ہے کہ شرح الآثار میں علامہ طحاوی نے حضرت نخعی کی سند سے روایت کیا کہ سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ تکبیر افتتاح، وتر کے قنوت والی تکبیر، دونوں عیدوں کی تکبیرات، حجر اسود کے چومتے وقت، صفا اور مروہ پر، جمع (مزدلفہ)[36]۔ میں اور عرفات میں، جمرتین میں دو مقامات پر۔ انہوں نے اس کا ذکر بیت اللہ شریف کی زیارت کے وقت ہاتھ اٹھانے کے باب میں کیا ہے۔ اتقانی کی عبارت ختم ہوئی۔

بنایہ شرح ہدایۃ میں علامہ مزنی سے روایت ہے کہ امام اعظم ؒ نے قنوت کے وقت ایک تکبیر کا اضافہ کر دیا جو سنت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی قیاس اس پر دلالت کرتا ہے۔ ابونصر اقطع نے مختصر قدوری کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ مزنی کی غلط فہمی ہے یہ تکبیر تو سیدنا علی، ابن عمر اور براء بن عازب سے مروی ہے۔ قیاس بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔[37] ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ حضرت عمر جب وتروں کی قرات سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے تھے۔ (البنایہ، 1=829)

ابراہیم حلبی[38]۔ نے غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی کے صفحہ 326 پر لکھا ہے کہ تکبیر قنوت میں رفع یدین حضرت عمر، جناب علی، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر،

براء بن عازبؓ۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے مروی ہے اسی طرح تکبیرات عیدین میں رفع یدین' سیدنا عمرؓ سے مروی ہے ملاحظہ ہو علامہ اثرم کی کتاب اور بیہقی کی سنن کبیر۔ (غنیہ- 326)

حاصل کلام

رفع یدین اور قنوت کے وقت تکبیر اگرچہ سید کل ﷺ سے ثابت نہیں ہے لیکن یہ کچھ صحابہ اور کچھ تابعین سے ثابت ہے۔ علامہ مغنی' ابن قدامہ' حلبی اور اتقانی وغیرہ نے اس کی تصریح فرما دی ہے تو پھر یہ بدعت سیئہ کیسے ہو سکتی ہے؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس تکبیر اور رفع یدین کا واجب ہونا جس طرح کچھ احناف نے کہا ہے وہ ذرا مشکل ہے کیونکہ وجوب کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس باب میں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر صحابہ و تابعین کی اقتداء کی وجہ سے ایسا کرے گا تو اجر وثواب پائے گا لیکن اگر یہ عمل نہیں کرے گا تو اس پر عقاب و عتاب نہیں۔[39]۔ واللہ اعلم بالصواب و عندہ حسن الثواب

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کچھ صحابہ نے اپنے زمانے میں کچھ نئی باتوں کو بدعت قرار دیا' اگر قولاً یا فعلاً مطلقاً صحابہ کرام کی طرف سے اس چیز کا انکار واضح ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اسے قبیح سمجھتے ہیں' لیکن اگر مطلقاً ایسی بات ثابت نہیں بلکہ انہوں نے اس نئی بات کو نظر تحسین سے دیکھا تو پھر بدعت کا لفظ انہوں نے عام معنی میں استعمال فرمایا ہے یعنی نو پید کا معنی لیا ہے بدعت ضلالت کا معنی مراد نہیں لیا۔

پہلے قول کی مثال

ابوداؤد نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا نماز ظہر یا عصر کے لئے ایک آدمی نے تثویب کی[40]۔ یہ سن کر ابن عمرؓ نے مجھے فرمایا چلو یہاں سے نکلو یہ تو بدعت ہے۔ بنایہ شرح ہدایہ میں بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ[41]۔ نے مبسوط کے حوالے سے لکھا ہے کہ سیدنا حیدرؓ نے دیکھا کہ یہ

موذن نماز عشاء کے لئے تثویب کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔ (البنایہ' 1=55)

ایک سوال

ان دو اثروں کے بعد پھر سب نمازوں میں تثویب کو کیوں مستحسن قرار دیا ہے میں جواباً عرض کرتا ہوں فقہائے کرام کے اس سلسلہ میں تین ارشادات ہیں۔ تثویب صبح کی نماز کے علاوہ مکروہ ہے صبح کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے لہٰذا موذن کے لئے اس وقت تثویب کرنا بہتر ہوتا ہے اس کے جواز کا اصل ابوداؤد کی وہ حدیث ہے جو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے روایت کی ہے کہ میں نماز صبح کے لئے سید کل ﷺ کے ساتھ نکلا آپ ﷺ جس آدمی کے پاس سے گزرتے الصلوۃ کی آواز دیتے یا اسے اپنے پاؤں مبارک سے ہلاتے چلے جاتے۔

علامہ علی قاری[42]۔ نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے جو مجھے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بہرحال تثویب کا مشروع اس حدیث سے ثابت ہے۔ (المرقاۃ' 1=421)

2- امام یوسف فرماتے ہیں کہ حکام اور ایسے لوگ جو مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہوں ان کے لئے تثویب جائز ہے اس فتویٰ کا اصل وہ حدیث ہے جو کئی سندوں سے مروی ہے کہ حضرت بلالؓ اذان و اقامت کے درمیان دروازہ نبوی پر حاضر ہو کر آپ ﷺ سے اذن نماز لیا کرتے تھے۔[43]

3- متاخرین کا قول یہ ہے کہ تثویب مغرب کی نماز کے علاوہ سب نمازوں میں سب لوگوں کے لئے مستحسن ہے۔ انہوں نے اس کی توجیہ یوں کی ہے کہ ان زمانوں میں نمازوں کے معاملات میں سستی کا غلبہ ہوگیا ہے اب بہتر یہی ہے کہ اعلام و اعلان کا اعادہ ہو جائے دور اول میں ایسی سستی کا کہیں وجود نہ تھا تو اسلاف کو اس کی احتیاج و ضرورت نہیں تھی۔ یہ وہ عذر ہے جس کی وجہ سے سابقہ دونوں اثروں (قول و عمل صحابہ) کا علم ہونے کے باوجود احناف نے تثویب کو جائز قرار دیا' لیکن پھر

بھی کلام محل نظر ہے میں نے اس مقام کو ان سب دلائل سمیت بڑی تحقیق سے اپنے رسالے "التحقیق العجیب فی التثویب" میں مخالف اور موافق دلائل سمیت لکھ دیا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

ایک اور واقعہ

امام ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی وغیرہ نے ابو نعامہ حنفی جن کا نام قیس بن عبایہ ہے کی سند سے ابن عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں میرے باپ (عبداللہ بن مغفل) نے سنا کہ میں نے نماز میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" (اونچی آواز سے) پڑھی تو انہوں نے فرمایا بیٹا یہ محدث (نوپید) ہے خبردار کوئی نئی چیز نہ بنائی جائے۔ مزید فرمایا کہ ان نئی چیزوں کو اصحاب رسول ﷺ بہت ہی مبغوض سمجھتے تھے، میں نے رسول اقدس ﷺ اور صدیق و فاروق و عثمان علیہم الرضوان کے ساتھ نمازیں پڑھیں ان میں سے کوئی بھی بسم اللہ اونچی آواز میں نہیں پڑھتا تھا۔ لہذا تمہیں بھی نماز میں اونچی آواز سے بسم اللہ نہیں پڑھنی چاہئے۔ بلکہ الحمد للہ رب العالمین سے شروع کیا کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا نوپید اور بدعت ہے، حضرت عبداللہ بن مغفل نے اسے قبیح جانا، آئمہ میں یہ مسئلہ اختلافی ہے، احادیث بھی متعارض ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ کبھی کبھی سرکار کریم ﷺ بلند آواز سے پڑھ لیتے تھے لیکن جہر سے سر زیادہ قوی ہے۔[44] میں نے "احکام القنطرہ فی احکام البسملہ" میں یہ مسئلہ بھی بڑی تحقیق سے واضح کر دیا ہے۔

دوسری مثال

سیدنا عمر ؓ نے نماز تراویح کے بارے میں وصف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ اچھی بدعت ہے۔ حضرت سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت لی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے تو فرض کئے ہیں مگر رمضان

کا قیام (تراویح وغیرہ) فرض نہیں کیا یہ قیام تم لوگوں نے خود بنا لیا ہے لیکن اب اسے سدا جاری رکھو اور چھوڑو نہیں کیونکہ کچھ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے ایک نئی بات پیدا کر لی تھی لیکن جب انہوں نے اسے چھوڑ دیا تو اللہ کریم نے عتاب فرمایا پھر انہوں نے سورۃ حدید کی آیت نمبر 27 ورہبانیہ ابتدعوھا پڑھی۔

یہ بھی ملاحظہ فرمائیں:- ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ حکم بن اعرج سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے ابن عمر سے نماز چاشت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا یہ بدعت ہے اور بہت اچھی بدعت ہے۔[45] عبدالرزاق نے صحیح سند کے ذریعے حضرت سالم سے روایت لی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان ؓ کی شہادت تک کوئی بھی یہ نوافل نہیں پڑھتا تھا مگر جو نئی چیزیں لوگوں نے شروع کی ہیں ان سب سے یہ نوافل مجھے زیادہ محبوب ہیں۔

علامہ قسطلانی[46] نے مواہب لدنیہ میں فرمایا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ سید کل ﷺ نے ان نوافل پر دوام و مواظبت نہیں فرمائی یا یہ مطلب ہے کہ مساجد وغیرہ جگہوں پر علی الاعلان یہ نوافل ادا کرنا بدعت ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ سے منقول احادیث میں نماز چاشت کی مشروعیت کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ ان کی نفی کا تعلق اپنی رویت (دیکھنے) سے ہے لیکن نفس الامر میں عدم وقوف پر نہیں ہے۔[47] یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی مخصوص صفت کی انہوں نے نفی فرمائی ہو۔[48]
(المواہب، 2=267)

امر جدید اور صحابہ

اس بات کی دلیل کہ جو نئی بات صحابہ کے ہاں پیدا ہوئی وہ گمراہی نہیں ہے یہ ہے کہ بہت ساری احادیث صحابہ کی سیرت کی پیروی میں وارد ہوئی ہیں۔

1- مثلاً یہ حدیث کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ یہ حدیث دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے المولف اور اپنی دوسری کتاب غرائب مالک اور قضاعی نے مسند الشہاب میں اور عبد بن حمید نے اور بیہقی نے المدخل میں، ابن

عدی نے الکامل میں' دارمی اور ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم و فضلہ میں' ابن عساکر اور حاکم وغیرہ نے مختلف البناء مگر متحد المعنی الفاظ میں متعدد اسناد سے روایت کی ہے۔ مگر یہ سب اسناد ضعیف ہیں۔ حافظ ابن حجر[49]۔ نے اپنی کتاب "الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف" (4 = 94) میں شرح و بسط سے اس بات کو واضح کیا ہے لیکن اسناد و طرق کی کثرت کی وجہ سے حدیث حسن کا درجہ اس حدیث کو مل گیا ہے۔ اسی لئے علامہ صغانی[50]۔ نے حسن لکھا ہے۔ سید جرجانی[51]۔ نے حاشیہ مشکوٰۃ میں ذکر فرماتے ہوئے "فضل العالم علی العابد" والی حدیث کے نیچے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کو سرکار ﷺ نے ستاروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس حدیث کو امام صغانی نے حسن قرار دیا ہے۔

علامہ قاسم حنفی[52]۔ نے شرح مختصر المنار میں فرمایا ہے کہ صحابی کے قول و فعل میں دلیل پر غور کئے بغیر اس کی تقلید واجب ہے اور اس کے قول و فعل کے مقابلے میں قیاس و اجتہاد کو نہیں لایا جا سکتا۔ کیونکہ سرکار ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کی مثال میری امت میں ستاروں کی مانند ہے تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ دار قطنی اور ابن عبدالبر نے اسے ابن عمر ؓ کی حدیث سے روایت کیا۔ اس کا معنی حدیث انس ؓ میں بھی موجود ہے۔ لیکن ان کی سب اسناد میں مقال و ضعف ہے۔ لیکن سب مل کر اسے قابل تسلیم بنا لیتی ہیں۔ [53]۔ (انتہی)

دوسری حدیث

میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم سمجھو' اسے ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے نقل کیا ہے[54]۔

تیسری حدیث

میرے بعد ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی پیروی و اقتداء کرنا۔[55]۔ (ترمذی' احمد وغیرہ)

دلوں کا انتخاب

اثر ابن مسعود بھی ملاحظہ ہو۔ اللہ کریم نے بندوں کے دلوں پر نگاہ ڈالی تو سید کل ﷺ کو چن لیا اور انہیں رسالت دے کر بھیجا پھر بندوں کے دلوں پر نگاہ ڈالی تو آپ ﷺ کے صحابہ کو آپ ﷺ کے لئے چن لیا انہیں آپ ﷺ کے دین کا مددگار اور آپ ﷺ کا وزیر بنایا تو جس چیز کو مسلمان حسن اور اچھا سمجھیں وہ حسن ہے اور جسے مسلمان قبیح سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی قبیح ہے۔ بزار اور طبرانی اور مسند[56]۔ میں احمد وغیرہ نے اسے روایت کیا[57]۔ بندہ نے یہ احادیث کئی اور احادیث کے ساتھ سب موافق اور مخالف دلائل کے ساتھ اپنی کتاب تحفۃ الاخیار (صفحہ 164 تا 173) میں نقل کر دی ہیں انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک سوال

اگر صحابہ سے کوئی ایسا معاملہ صادر ہو جو دور مصطفوی ﷺ میں نہ ہو تو کیا دور صحابہ والے نو پید معاملہ پر عمل زیادہ بہتر ہو گا یا اس پر عمل بہت بہتر ہو گا جو دور نبوی میں ہو؟

جواب میری عرض ہے کہ عمل صحابی کی یہ صورتیں ہیں۔

1- یا تو کوئی نص قرآنی یا نص حدیث ہو گی جس کے مطابق وہ صحابی عمل فرما ہے پھر وہ عمل لازماً مستحسن ہے۔

2- یا نص عمل صحابی کے خلاف ہو گی۔

3- یا نص نہ مخالف ہو گی اور نہ ہی موافق ہو گی۔

اگر پہلی صورت ہے تو اس پر عمل اس لئے بہت اچھا ہے کیونکہ اگرچہ وہ دور نبوی میں معمول نہیں تھا مگر وہ اصول شرع قرآن و حدیث میں موجود تھا۔

اگر دوسری صورت ہے تو پوری کوشش ہو گی کہ نص اور عمل صحابی کو تطبیق دی جائے تاکہ عمل صحابی حد شرع سے باہر نہ نکلے لیکن اگر کسی طرح تطبیق نہ ہو سکے تو قول و فعل صحابی پر عمل کرنا بہتر نہیں ہو گا کیونکہ اس کے خلاف نص موجود ہے۔ صحابی

کو اس صورت میں ہم معذور سمجھیں گے کہ اسے اس نص کا علم نہیں تھا۔ اگر علم ہوتا تو وہ ہرگز اس کے خلاف نہ جاتے۔

اگر تیسری صورت ہے کہ صحابی کا ایک قول و فعل تو موجود ہے لیکن کتاب و سنت میں اس کے موافق و مخالف کوئی بات موجود نہیں ہے۔ تو ایسی صورت میں صحابی کی تقلید و پیروی ہی زیادہ بہتر ہے جیسا کہ سابقہ احادیث سے معلوم ہو چکا ہے ایسے عمل کے حق میں دلیل ملنے تک ہم اس پر عمل موقوف نہیں کر سکتے بلکہ اس پر عمل کریں گے' اسے اچھی طرح سمجھ لیں یہ ایک عمدہ اصول ہے جس سے بہت سے فروع نکلتے ہیں۔

ایک اور سوال

اگر کسی نئی بات پر سب صحابہ کرام متفق ہوں تو اس پر عمل کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ یہ تو ظاہر بات ہے لیکن جب صحابہ خود اس پر عمل میں مختلف ہوں تو ہم کیا کریں؟

جواباً گزارش ہے کہ عمل کرنے والے کو اختیار ہے کیونکہ جس کی بھی پیروی کرے گا ہدایت یاب ہو گا اصولی علماء نے اپنی کتابوں میں اس کی توضیح فرمائی ہے۔

تابعین و تبع تابعین کے دور کی نئی باتیں

ان باتوں کی تفصیل وہی ہے جو ابھی اوپر بیان ہوئی ہے کہ ان کے ادوار میں کوئی ایسی بات ہوئی ہو جس کا انہوں نے انکار کیا ہو تو وہ بدعت ہے اگر انکار نہیں فرمایا تو بدعت نہیں ہے۔

تین ادوار کے بعد پیدا ہونے والے واقعات

ان تینوں ادوار کے بعد پیدا ہونے والی اشیاء کو شرعی دلیلوں...... قرآن' سنت'

اجماع امت پر پیش کیا جائے گا' اگر ان تین دوروں میں اس کی کوئی مثال ہو گی یا وہ کسی شرعی قاعدہ میں سما سکے۔ تو بدعت نہیں ہے کیونکہ بدعت وہ ہے جو تین دوروں میں نہ ہو اور شریعت میں اس کا کوئی اصل نہ ہو۔ اب اگر اس پر بدعت کا لفظ آئے گا تو اس کے ساتھ لفظ حسنہ کی قید لگا دی جائے گی۔ لیکن اگر اصول شرع میں سے کوئی اصل اس میں نہ پایا جائے تو وہ بدعت ضلالت ہے اگرچہ اسے کرنے والا صاحب فضل اور بزرگ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ علماء اور عابدوں کے اعمال جب تک شریعت کے مطابق نہ ہوں حجت اور دلیل نہیں ہیں۔

فیصلہ کن بات

امید ہے اب آپ یہ بات سمجھ گئے ہوں گے کہ علماء کا یہ اختلاف کہ کل بدعه ضلالہ والی حدیث عام مخصوص البعض ہے یا عام غیر مخصوص ہے۔ یہ صرف لفظی اختلاف ہے کیونکہ جس کسی نے بدعت کو عام معنی...... یعنی جو صرف عہد نبوی میں نہ ہو...... میں لیا اس کی پھر کئی قسمیں بیان کی ہیں۔ 1- بدعت ہے مگر اس کا کرنا واجب ہے 2- بدعت ہے مگر مستحب ہے۔ 3- بدعت ہے مگر مکروہ ہے۔ 4- بدعت ہے مگر حرام ہے (پہلے مثالیں گزر چکی ہیں۔ مترجم) اب عموم حدیث میں تخصیص اس معنی والے لوگوں کے لئے لازم ٹھہری اور پہلی تین قسموں کو بدعت سئیہ سے نکالنا پڑا۔

اب جس کسی نے اس کا شرعی معنی...... جو قرون ثلاثہ میں نہ ہو اور اس کی شرعی اصل بھی نہ ہو...... لیا ہے تو اس نے حدیث کو عام رکھا ہے۔ اسی بنا پر علامہ برکلی رحمہ اللہ نے طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے اگر آپ تتبع و تلاش فرمائیں تو جس کے ساتھ بھی بدعت حسنہ کا لفظ آتا ہے اور وہ از قسم عبادات ہے اس میں شارع علیہ السلام کی طرف سے لازماً اجازت کا اشارہ یا دلالت موجود ہوتی ہے۔[58]

ہمارے دور کے علماء کا بدترین عمل

ہمارے زمانے میں علماء کا بدترین عمل یہ ہے کہ وہ دو فرقوں میں تقسیم ہو گے

ہیں۔ ایک فرقے نے سنت کو تین زمانوں میں پائی جانے والی چیزوں میں محدود کر دیا ہے اور ان کے بعد جو چیز بھی ہوئی اسے بدعت ضلالت قرار دیا اور اس کا بالکل خیال نہیں کیا کہ وہ اصول شرع میں شامل ہے بلکہ اس گروہ کے کچھ لوگوں نے مزید حد بندی کر کے سنت کو صرف زمان نبوی میں محدود کر دیا ہے' دور صحابہ میں جو نئی چیز آئی اسے بھی بدعت ضلالت قرار دے دیا۔[59]

دوسرے گروہ کا اعتماد اس بات پر ہے کہ جو کچھ ان کے آباؤ اجداد سے منقول ہو کر آیا اور ان کے مشائخ نے اس کا ارتکاب کیا تو ایسے شخص و گروہ نے بہت ساری بدعات کو حسنہ کہہ دیا اگرچہ شریعت میں ان کی اصل ہی نہ ہو۔ پہلے گروہ نے جب کل بدعہ ضلالہ کہہ کر تردید کی تو دوسرا گروہ تخصیص حدیث کی طرف بھاگ گیا۔[60]

ان تنازعات اور مخاصمات و جھگڑوں سے اللہ ہی پناہ دے اور اسی کے سامنے باتوں کا شکوہ بھی ہے۔ ان گروہوں کا خیال ہے کہ اس طرح فائدہ ہے' ہرگز نہیں قسم بخدا یہ نقصان کا سودا ہے اگر کلام کے بہت طویل ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں فریقین کی خطاؤں کو واضح کر دیتا اور بتاتا کہ جن چیزوں کو انہوں نے بدعات حسنہ قرار دیا ہے وہ حسنہ نہیں ہیں اور جن چیزوں کو ان حضرات نے بدعت سئیہ قرار دے دیا ہے وہ بدعت سیئہ نہیں ہیں' میں اس بیان میں افراط و تفریط سے بچتا اور میانہ روی کا مسلک اختیار کرتا۔[61]

اصل ثانی

یہاں ان حضرات کا کچھ ذکر خیر ہو گا جنہوں نے عبادات میں مجاہدہ سے کام لیا اور اپنی پوری زندگیاں طاعت کے مجاہدہ میں گزار دیں۔ یہ ذکر میں بہت اختصار سے کروں گا کیونکہ سب مجاہدہ کرنے والے حضرات کے سب اقوال کا احاطہ انسانی طاقت سے باہر ہے یہ تو صرف قوی و قادر اللہ کریم کے علم میں ہی ہے۔

عبادات میں مجاہدہ فرمانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر پاک

1- حیاء وعرفان کے ترجمان سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ربہ الرحمان'

حافظ ابو نعیم اصبہانی نے حلیۃ الاولیاء میں فرمایا ہے۔[62] ہمیں یہ حدیث احمد بن جعفر بن حمدان نے حضرت عبداللہ بن امام احمد کے حوالے سے بتائی' انہوں نے اپنے باپ امام احمد سے انہوں نے حماد بن خالد سے انہوں نے زبیر بن عبداللہ سے انہوں نے اپنی دادی رحیمہ سے سنی وہ بتانے لگیں کہ حضرت عثمان ؓ ہمیشہ روزہ رکھتے اور رات کا تھوڑا سا ابتدائی حصہ چھوڑ کر پوری رات جاگتے۔

2- ہمیں ابراہیم بن عبداللہ نے محمد بن اسحاق سے انہوں نے قتیبہ بن سعید سے انہوں نے ابو علقمہ عبداللہ بن محمد سے انہوں نے عثمان بن عبدالرحمان تیمی سے روایت بیان کی کہ مجھے میرے والد نے فرمایا میں آج مقام پر رات گزاروں گا فرمانے لگے (یعنی عبدالرحمان تیمی) میں نماز عشاء پڑھ کر مقام کی طرف گیا وہاں کھڑا ہو گیا' میں کھڑا ہی تھا کہ ایک شخص نے میرے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا (مطلب یہ تھا کہ میں انہیں جگہ دوں) میں نے دیکھا کہ وہ تو عثمان بن عفان ہیں انہوں نے (نفلوں میں) سورہ فاتحہ سے آغاز کیا پڑھتے رہے قرآن پاک ختم کر کے رکوع و سجود (سلام) پورا کیا پھر جوتے اٹھائے اور چل دیئے مجھے نہیں پتہ اس سے پہلے بھی کچھ نماز پڑھی تھی یا نہیں۔

3- ہمیں سلیمان بن احمد نے ابویزید قراطیسی سے انہوں نے اسد بن موسیٰ سے انہوں نے سلام بن مسکین سے انہوں نے محمد بن سیرین سے روایت بیان کی جب بلوائیوں نے قتل کے لئے سیدنا عثمان کو گھیرا تو ان کی اہلیہ صاحبہ نے کہا تم انہیں مار دو یا چھوڑ دو (مگر سن لو) کہ وہ ایک رکعت میں رات بھر جاگ کر پورا قرآن پڑھتے تھے۔

2- ناطق حق و صواب سیدنا عمر بن خطاب ؓ

ابن کثیر[63] نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں آپ کے ترجمہ میں لکھا ہے آپ لوگوں کو نماز عشاء پڑھاتے پھر گھر جا کر صبح تک نماز پڑھتے رہتے وصال سے پہلے مسلسل

روزے بھی رکھتے تھے۔ انتہٰی

3. سیدنا عبداللہ بن فاروق اعظم ؓ

ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ہمیں یہ حدیث سلیمان نے انہیں ابویزید قراطیسی نے انہیں اسد بن موسیٰ نے انہیں ولید بن مسلم نے انہیں جابز نے انہیں سلیمان بن موسیٰ نے انہیں نافع نے بتایا کہ ابن عمر ؓ نفل نماز پڑھتے رات بھر جاگتے رہتے پھر فرماتے نافع! کیا صبح ہو گئی ہے وہ کہتے نہیں ہوئی تو آپ پھر نماز شروع کر دیتے، پھر پوچھتے نافع اب صبح ہو گئی ہے وہ جواب دیتے جی ہاں ہو گئی ہے تو بیٹھ کر استغفار کرتے اور صبح تک دعائیں مانگتے رہتے۔

2. ہمیں محمد بن احمد بن حسن نے انہیں بشر بن موسیٰ نے انہیں خلاد بن یحییٰ نے انہیں عبدالعزیز بن ابو رواد نے انہیں ابن محمد نے انہیں ابو یعلیٰ نے انہیں محمد بن حسین جرجانی انہیں زیاد نے انہیں عبدالعزیز نے حضرت نافع سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر ؓ کی نماز عشاء اگر جماعت سے رہ جاتی تو پوری رات جاگتے رہتے۔[64]

4. سیدنا تمیم بن اوس بن خارجہ داری دجال اور جاسہ کی حدیث والے، نبی ﷺ نے حضرت تمیم کی طرف سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ کتب میں موجود ہے (مسلم میں تین دفعہ اور ابوداؤد میں دو دفعہ ذکر ہے) علامہ ابوسعد سمعانی نے کتاب الانساب[65]۔ میں لکھا ہے کہ تمیم ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کر دیتے تھے بسا اوقات یوں بھی ہوا کہ پوری رات صبح تک ایک ہی آیت دہراتے رہے۔ آپ عابد و زاہد صحابہ میں شامل تھے، اسباب جاہ و عزت کو چھوڑ کر وصال تک خلوت نشین ہو کر عبادت فرماتے رہے۔ (انتہٰی) ابن حجر مکی ہیتمی نے فتح المبین بشرح الاربعین صفحہ 108 [66]۔ پر لکھا ہے کہ تمیم ایک رکعت میں ختم قرآن کرتے۔

5. حضرت شداد بن اوس ؓ

علامہ ابو نعیم نے حلیہ میں لکھا ہے ہمیں یہ بات ابراہیم بن عبداللہ نے انہیں محمد

بن اسحاق نے انہیں قتیبہ بن سعید نے انہیں فرج بن فضالہ نے انہیں اسد بن وداعہ نے انہیں شداد انصاری نے بتائی کہ جب وہ بستر پر جاتے تو پہلو بدلتے رہتے انہیں نیند نہیں آتی تھی پھر فرماتے اے اللہ! آگ (خوف جہنم) نے میری نیند اڑا دی ہے، پھر اٹھ کر نماز شروع کر دیتے اسی حال میں صبح ہو جاتی۔

6. سیدنا حیدر علی بن ابو طالب کرم اللہ وجہہ

بخاری کے کچھ شارحین فرماتے ہیں کہ آپ ایک دن میں قرآن پاک کے آٹھ ختم فرمایا کرتے تھے۔

مجاہدہ فرمانے والے تابعین کا ذکر خیر

7. حضرت عمیر بن ہانی ؓ

امام ترمذی نے ابواب الدعا میں مسلم بن عمرو ؓ سے روایت کی ہے کہ عمیر بن ہانی ؓ ہر روز ہزار رکعت پڑھتے اور ایک لاکھ دفعہ تسبیح پڑھتے۔

8. حضرت سیدنا اویس قرنی ؓ

سید کل علیہ السلام نے آپ کے بارے میں صحابہ کرام کو طلب دعا و استغفار کا حکم دیا تھا۔ ابو نعیم حلیہ میں فرماتے ہیں ہمیں ابوبکر محمد بن احمد نے انہیں حسن بن محمد نے انہیں خمرہ بن ربیعہ نے انہیں اصبغ بن زید نے یہ بات بتائی کہ جب شام ہوتی تو اویس قرنی فرماتے یہ رکوع کی رات ہے پھر صبح تک رکوع میں رہتے، پھر جب شام ہوتی تو کہتے یہ سجدہ کی رات ہے پھر پوری رات صبح تک سجدہ میں پڑے رہتے۔[67]

9. حضرت عامر بن عبداللہ بن قیس ؓ

ابو نعیم (حلیہ جلد 2 - صفحہ 88) فرماتے ہیں یہ بات محمد بن احمد نے انہیں، محمد عبدی نے انہیں، ان کے والد نے انہیں، ابوبکر بن عبید نے انہیں، محمد بن یحییٰ ازدی نے

انہیں جعفر بن ابو جعفر رازی نے انہیں، ابو جعفر سائح نے انہیں ابن وہب وغیرہ نے یہ بات بتائی ان کے الفاظ میں کی ایک دوسرے پر کچھ اضافہ ہے (خلاصہ یہ ہے) کہ عامر بن عبداللہ عبادت گزاروں سے افضل تھے۔ انہوں نے اپنی جان پر روزانہ ہزار رکعت نفل فرض کر رکھے تھے۔

10- حضرت مسروق بن عبدالرحمان ابو عائشہ ہمدانی کوفی ؒ

علامہ ابونعیم نے (حلیہ جلد 2 صفحہ 95) لکھا ہے کہ ہمیں یہ واقعہ محمد بن علی نے انہیں عبداللہ بن محمد نے انہیں جعد نے انہیں شعبہ نے انہیں ابواسحاق نے بتایا کہ حضرت مسروق نے حج فرمایا تو ہر رات سجدہ میں گزاری، شیخ الاسلام ابوعبداللہ ذہبی نے [68]۔ اپنی کتاب العبر باخبار من غبر میں لکھا ہے مسروق اس حد تک نماز پڑھتے رہتے کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے۔ جب حج کے لئے گئے تو بالکل نہیں سوئے ہاں سجدے میں آنکھ لگ گئی ہو تو اور بات ہے۔

علامہ یافعی کی مراۃ الجنان (جلد 1 صفحہ 139) میں بھی اسی طرح تحریر ہے۔[69]
تاریخ ابن کثیر میں ہے احمد کہتے ہیں کہ مسروق نے حج کیا تو صرف سجدے میں منہ رکھ کر شائد سوئے ہوں واپسی تک یہی حال رہا، نماز پڑھتے پڑھتے ان کے قدم سوج جاتے تھے۔ ان کی بیوی نے بتایا طویل نمازوں کی وجہ سے ہمیشہ ان کی پنڈلیاں سوجی رہتی تھیں۔[70]

11:- حضرت اسود بن یزید نخعی کوفی ؒ

ذہبی اور یافعی فرماتے ہیں کہ آپ رات اور دن میں سات سو رکعت پڑھتے۔
حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ ہمیں یہ بات ابوبکر بن مالک نے انہیں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے انہیں عبداللہ بن متدل نے انہیں فضیل بن عیاض نے انہیں منصور نے انہیں ابراہیم نخعی نے بتائی کہ حضرت اسود، رمضان کی دو راتوں میں قرآن ختم فرما دیتے صرف مغرب اور عشاء کے درمیان سوتے رمضان کے علاوہ ہر چھ راتوں میں قرآن ختم کرتے۔

12:- سیدنا سعید بن مسیب ابو محمد مخزومی ؒ

ابونعیم (حلیہ جلد 2 صفحہ 163) میں لکھتے ہیں ہمیں یہ واقعہ ابو محمد نے انہیں احمد بن روح نے انہیں احمد بن حامد نے انہیں عبدالمنعم بن ادریس نے انہیں اپنے باپ نے بتایا کہ حضرت سعید بن مسیب نے عشاء کے وضو سے پچاس سال تک صبح کی نماز پڑھی۔[71]

13:- سیدنا عروہ بن زبیر بن عوام ابو عبداللہ اسدی مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ذہبی (العبر جلد 1 - صفحہ 110) میں فرماتے ہیں آپ دن کو قرآن کی چوتھائی پڑھتے اور رات کو وہی نوافل میں تلاوت کرتے یہ معمول صرف اس رات کو رہ گیا جس میں آپ کا پاؤں کٹ گیا تھا۔[72]

14:- حضرت صلہ بن شیم ؒ

علامہ ابونعیم (حلیہ جلد 2 - صفحہ 240) لکھا ہے ہمیں یہ بات ابومحمد بن حیان نے انہیں عبداللہ نے انہیں نجدہ بن مبارک نے انہیں مالک بن مغول نے بتائی ہے کہ بصرہ میں تین عبادت گزار ہیں (1) صلہ بن اشیم (2) کلثوم بن اسود (3) اور ایک اور صاحب ہیں جب رات ہوتی اللہ کریم کی عبادت کے لئے حضرت صلہ درختوں کے ایک جھنڈ میں چلے جاتے۔ ایک آدمی نے یہ بات تاڑ لی وہ جا کر جھنڈ میں ٹھہر گیا اور ان کی عبادت دیکھنے لگا ایک درندہ آیا حضرت صلہ خود اس کے پاس آ گئے اور اسے فرمایا اٹھ جا کر رزق تلاش کر درندہ چلا گیا اور آپ عبادت کے لئے کھڑے ہو گئے جب سحری کا وقت ہوا تو کہنے لگے اے میرے اللہ! یقیناً صلہ اس قابل نہیں کہ وہ تجھ سے جنت کا سوال کرے بس تو جہنم سے بچالے۔

15:- حضرت ثابت بن اسلم بنانی ؒ

یہ بصرہ کے تابعین میں شامل ہیں ابن عمر اور ابن زبیر سے روایت کرتے ہیں چالیس سال تک حضرت انس ؓ کی صحبت میں رہے۔ اہل بصرہ میں سب سے بڑے عابد تھے۔ آپ کا وصال 127 ھ میں ہوا۔ (سمعانی)

یوں بھی ہوتا ہے

حلیۃ الاولیاء جلد 2 صفحہ 219 میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ ہمیں عثمان بن محمد عثمانی نے انہیں اسماعیل بن علی کرابیسی نے انہیں محمد بن سنان نے انہیں ان کے والد نے بتایا (یعنی سنان کے والد نے) اللہ کی قسم میں نے ثابت ؒ کو قبر میں اتارا میرے ساتھ حمید طویل یا کوئی اور صاحب (محمد کو نام میں شک ہے) بھی تھے جب ہم مٹی ہموار کر رہے تھے ایک اینٹ گر گئی' کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑے قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں میں نے ساتھی سے کہا کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں؟ اس نے کہا خاموش' مٹی ڈال کر ہم ان کی بیٹی کے پاس آئے اور پوچھا آپ کے والد گرامی کے معمولات کیا تھے' کہنے لگی آپ لوگوں نے کیا دیکھا ہے؟ ہم نے واقعہ بتایا' کہنے لگی پچیس سال سے قیام لیل فرماتے رہے ہیں جب سحر ہوتی تو کہا کرتے تھے اے میرے اللہ! اگر آپ نے کسی انسان کو قبر میں نماز پڑھنا عطا فرمایا ہے تو مجھے عطا فرما دیں۔ اللہ کریم نے ان کی یہ دعا پھر رد نہ فرمائی۔

ہمیں ابوبکر بن مالک نے انہیں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے انہیں امام احمد نے انہیں روح نے انہیں شعبہ نے بتایا کہ رات اور دن میں حضرت ثابت ختم قرآن کرتے تھے اور ہمیشہ روزہ دار رہتے۔

16:- سیدنا علی بن حسین بن علی بن ابوطالب زین العابدین ؒ

آپ فاطمی ہاشمی ہیں ذہبی نے العبر (جلد 1 صفحہ 111) میں لکھا ہے کہ آپ وصال تک روزانہ رات دن میں ایک ہزار نفل پڑھا کرتے تھے۔ (بحوالہ امام مالک) عبادت کی وجہ سے آپ کو زین العابدین کہتے ہیں۔

17:- حضرت قتادہ بن دعامہ ابوالخطاب ؒ

ابونعیم حلیہ (جلد 2 صفحہ 338) میں فرماتے ہیں۔ ہمیں محمد بن احمد نے انہیں محمد بن ایوب نے انہیں موسیٰ بن اسماعیل نے انہیں سلام بن مطیع نے یہ بات بتائی کہ

قتادہ ہر سات راتوں میں قران ختم کرتے۔ جب رمضان آتا تو تین راتوں میں ایک دفعہ ختم کرتے۔ رمضان کے آخری عشرے میں روزانہ ایک دفعہ قرآن ختم فرماتے۔

18:- سیدنا سعید بن جبیر ؒ

علامہ یافعی نے مرآۃ الجنان (جلد 1 صفحہ 197) میں لکھا ہے کہ انہوں نے بیت الحرام میں ایک رکعت میں قران پڑھا وقاء بن ابی ایاس[73]۔ نے کہا ہے کہ مجھے رمضان میں سعید بن جبیر نے فرمایا مجھے ذرا قرآن پکڑانا پھر اسی مجلس میں پورا قرآن پڑھ کر اٹھے۔

محمود بن سلیمان کفوی نے "اعلام الاخیار فی طبقات فقہاء مذہب النعمان المختار" میں لکھا ہے کہ اسماعیل بن عبدالملک نے کہا سعید بن جبیر رمضان میں ہماری امامت فرمایا کرتے تھے ایک رات ابن مسعود اور دوسری رات زید بن ثابت کی قرات کرتے تھے' ہلال بن یسار نے کہا سعید بن جبیر کعبہ میں داخل ہوئے اور ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ دیا۔ علامہ ذہبی طبقات القراء میں لکھتے ہیں۔ ہر دو راتوں میں (عام حالات میں) وہ قرآن ختم فرماتے۔

19:- حضرت محمد بن واسع ابو عبداللہ ؒ

ابونعیم (حلیہ جلد 4 صفحہ 346) کہتے ہیں ہمیں عبداللہ بن محمد نے انہیں احمد بن نصر نے انہیں احمد بن کثیر نے انہیں شبابہ نے انہیں ابوالطیب موسیٰ بن یسار نے بتایا کہ میں محمد بن واسع کے ساتھ مکہ سے بصرہ تک رہا وہ پوری رات نوافل پڑھتے رہتے تھے کجاوے میں بیٹھ کر سر سے اشارہ کرتے' نماز پڑھتے کبھی رات کے پچھلے حصے میں استراحت فرمانے کے لئے اترتے تو نماز شروع فرما دیتے' جب صبح ہو جاتی تو اپنے ساتھیوں کو ایک ایک کر کے جگا دیتے' پاس آ کر فرماتے نماز' نماز[74]۔

20 :- حضرت مالک بن دینار ؒ

ابونعیم (حلیہ جلد 2 صفحہ 361) کہتے ہیں ہمیں ابوحامد نے انہیں محمد بن اسحاق نے انہیں ہارون بن عبداللہ نے انہیں سیار نے انہیں جعفر نے واقعہ بتایا کہ میں نے ابوصالح مغیرہ بن حبیب داماد مالک بن دینار سے سنا انہوں نے کہا میں نے عشاء کی نماز مالک کے ساتھ پڑھی پھر وہ آئے کھانا کھایا۔ پھر نماز کے لئے اٹھے استفتاح (سبحانک اللھم) پڑھ کر داڑھی پکڑ لی اور کہنے لگے اے اللہ ! جب آپ اولین و آخرین کو اکٹھا فرمائیں تو مالک کے بڑھاپے (سفید داڑھی) کو آگ پر حرام فرما دینا' وہ اسی طرح کرتے رہے پھر میں سو گیا جب جاگا تو وہ اسی حال میں تھے اور طلوع فجر تک اسی حال میں رہے۔

21 :- حضرت ابوالمعتمر سلیمان بن طرخان ؒ

ابونعیم (حلیہ جلد 3 صفحہ 29) نے فرمایا ہمیں محمد بن ابراہیم نے انہیں محمد بن تمام حمصی نے انہیں مسیب بن واضح نے انہیں ابن مبارک یا کسی اور صاحب نے یہ بات بتائی کہ سلیمان تیمی جامع مسجد بصرہ کے سامنے مقیم تھے اور چالیس سال تک عشاء اور صبح کی نماز ایک وضو سے پڑھتے رہے۔

22 :- حضرت منصور بن زاذان ؒ

ابونعیم کا ارشاد (حلیہ جلد 3 صفحہ 57) ہے ہمیں ابو محمد بن حیان نے انہیں احمد بن حسین نے انہیں احمد بن ابراہیم دورقی نے انہیں محمد بن عیینہ نے انہیں مخلد بن حسن نے انہیں ہشام بن حسان نے یہ بات بتائی کہ میں اور منصور اکٹھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب رمضان آتا تو وہ مغرب اور عشاء کے درمیان دو ختم کرتے پھر نماز قائم ہونے سے پہلے طورسین تک پڑھ لیتے اور اس دور میں رمضان میں نماز عشاء رات کی چوتھائی گزرنے کے بعد شروع کرتے تھے۔

ہمیں مخلد بن جعفر نے انہیں جعفر فریابی نے انہیں عباس نے انہیں یحیٰ بن

ابی بکر نے انہیں شعبہ نے انہیں ہشام بن حسان نے یہ بات بتائی کہ میں نے منصور کے پہلو میں مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھی انہوں نے قرآن ختم کیا اور پھر سورۃ نحل تک جا پہنچے۔ ہمیں والد گرامی نے انہیں ابراہیم بن محمد بن حسن نے انہیں حسن بن علی بن عیاش نے انہیں یوسف بن یونس نے انہیں مخلد بن حسین نے یہ بات بتائی کہ منصور ہر ایک دن اور رات میں ختم قرآن کیا کرتے تھے۔

ہمیں ابوحامد نے انہیں محمد بن اسحاق نے انہیں محمد بن عمر نے انہیں سعید بن عامر نے انہیں علا نے یہ بات بتائی کہ میں واصل کی مسجد میں آیا موذن نے ظہر کی اذان دی منصور آئے انہوں نے نماز شروع کی اور جماعت سے پہلے گیارہ رکعتیں پوری کیں۔

23 :- حضرت علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب مدنی ؒ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب (جلد 7- صفحہ 358) میں لکھا ہے کہ آپ کو کثرت سجود کی وجہ سے سجاد کہا جاتا تھا۔ خمرہ نے کہا ہے کہ مجھے علی بن ابی حملہ نے بتایا کہ حضرت علی بن عبداللہ روزانہ ایک ہزار سجدہ (رکعت) ادا کرتے تھے۔ میمون بن زیاد عدوی کا بھی قول ہے کہ آپ ہر روز ہزار رکعت ادا فرماتے تھے۔

العبر باخبار من غبر (جلد 1 صفحہ 148) میں ذہبی فرماتے ہیں کہ اوزاعی وغیرہ نے بتایا ہے کہ آپ ہر روز ہزار سجدہ کرتے تھے۔ حلیتہ الاولیاء (جلد 3 - صفحہ 277) میں لکھا ہے ہمیں یہ بات احمد بن جعفر بن مسلم نے انہیں احمد بن علی نے انہیں موئل نے انہیں خمرہ نے انہیں علی بن ابی حملہ اور اوزاعی نے بتائی دونوں کہتے ہیں کہ علی بن عبداللہ روزانہ ہزار سجدہ کرتے تھے۔

ہمیں یہ خبر محمد بن احمد بن محمد نے انہیں حسن بن محمد نے انہیں ابوزرعہ نے انہیں صفوان بن صالح نے انہیں ولید بن مسلم نے انہیں احمد بن محمد بن کریب نے بتائی کہ علی ہر روز ہزار سجدہ دیتے یعنی پانچ سو رکعت پڑھتے۔

24 :- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی' امام اعظم ؒ

بہت سارے معتبر لوگوں نے عبادت میں آپ کے مجاہدات کا ذکر کیا ہے۔

شمس الائمہ کردری[75] نے اپنے رسالہ[76] میں لکھا ہے کہ امام اعظم سے لوگوں نے یہ بات نقل کی ہے تیس سے چند سال اوپر یا چالیس سال تک آپ نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ آپ رات دن میں ایک دفعہ قرآن ختم کرتے تھے اور رمضان میں روزانہ دو دفعہ۔ ایک دفعہ دن کو اور ایک دفعہ رات کو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ امام اعظم ؒ دو رکعتوں میں پورا قرآن پڑھ دیتے تھے انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چار آئمہ نے دو رکعتوں میں قرآن پڑھا ہے۔ (1) سیدنا عثمان بن عفان ؓ (2) حضرت تمیم داری (3) حضرت سعید ابن جبیر اور (4) امام اعظم ابوحنیفہ۔

علامہ نووی ؒ نے تہذیب الاسماء واللغات (جلد 4 صفحہ 220) پر حضرت ابراہیم بن عکرمہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے امام اعظم سے بڑھ کر کوئی متقی اور فقیہ نہیں دیکھا' سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ ہمارے دور میں کوئی شخص امام اعظم سے زیادہ نماز (نوافل) پڑھنے والا مکہ مکرمہ میں نہیں آیا' یحیٰ بن ایوب زاہد کا قول ہے کہ ابوحنیفہ رات کو نہیں سوتے' ابو عاصم نبیل کا کہنا ہے کہ امام اعظم کو زیادہ لوگ وتد (میخ) کہتے تھے کیونکہ آپ ہمہ وقت نماز میں مشغول رہتے تھے۔

اسد بن عمر کا ارشاد ہے امام اعظم نے عشاء کے وضو سے چالیس سال تک صبح کی نماز پڑھی عام راتوں میں ایک رکعت میں قرآن پڑھ دیتے تھے آپ کا رونا سنا جاتا تھا رونا سن کر آپ کے پڑوسیوں کو آپ پر رحم آتا۔ یہ پکی بات ہے کہ جس جگہ آپ کا وصال ہوا وہاں آپ نے سات ہزار دفعہ قرآن ختم فرمایا تھا۔

حضرت حسن بن عمارہ سے روایت ہے کہ وفات کے بعد انہوں نے امام اعظم ؒ کو غسل دیتے ہوئے فرمایا اللہ کریم آپ کو بخشے آپ نے تیس سال سے روزے رکھے اور دائیں پہلو کو چالیس سال تک رات کو سرہانے پر نہیں رکھا (یعنی رات کو نہیں سوئے)۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ امام اعظم نے پینتالیس سال کی پانچ نمازیں ایک وضو سے پڑھی ہیں اور دو رکعتوں میں قرآن ختم

فرمایا ہے۔

امام ابویوسف سے مروی ہے میں امام اعظم ؓ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ نے ایک شخص کو سنا وہ ایک آدمی کو بتا رہا تھا یہ ابوحنیفہ ہیں جو پوری رات سوتے نہیں ہیں امام اعظم نے فرمایا مجھ سے ایسی بات نہ منسوب کی جائے جو میں کرتا نہیں ہوں پھر آپ پوری رات نماز دعا اور آہ و زاری میں گزارتے تھے۔

مسعر بن کدام فرماتے ہیں میں نے ایک رات مسجد میں ایک آدمی کو نماز پڑھتے پایا اس کی تلاوت مجھے میٹھی لگی اس نے قرآن کا ساتواں حصہ پڑھ ڈالا' میں نے سمجھا ابھی رکوع کرے گا پھر قرآن کا تیسرا حصہ ہوگیا پھر آدھا ہوگیا وہ پڑھتا رہا ایک ہی رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیا میں نے دیکھا تو وہ ابوحنیفہ تھے۔[77]

پھر رات گزر گئی

حضرت زائدہ نے فرمایا میں نے امام اعظم کے ساتھ ایک مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی' لوگ چلے گئے امام کے علم میں نہیں تھا کہ مسجد میں کوئی اور بھی ہے میں نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہا مگر انہوں نے نماز شروع کر دی وہ پڑھتے رہے اس آیت فمن اللہ علینا ووقنا عذاب السموم (اللہ کریم نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچایا۔ سورۃ طور 27) پر پہنچے تو آپ اسی آیت کو دہراتے رہے یہاں تک کہ موذن نے صبح کی اذان دے دی میں بھی ان کے انتظار میں بیٹھا رہا۔

خوف قیامت

قاسم بن معن کا قول ہے کہ ایک رات امام اعظم اسی آیت کریمہ بل الساعہ موعدھم والساعہ ادھی وامر (ان کی وعدہ گاہ قیامت ہے اور قیامت نہایت کڑوی اور بہت ہی کڑوی ہے۔ (سورہ قمر 74) پر رک گئے اسے دہراتے رہے اور روتے اور آہ و زاری کرتے رہے پوری رات گزر گئی۔

قیلولہ کا شاندار مفہوم

علامہ عبدالوہاب شعرانی[78] نے المیزان الکبریٰ (جلد 1 صفحہ 75) پر لکھا ہے کہ امام ابو جعفر شیزاماری[79] نے اپنی سند کے ذریعے ابراہیم بن عکرمہ مخزومی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے اپنے پورے دور میں امام اعظم سے بڑھ کر پارسا، زاہد، عابد اور بڑا عالم نہیں دیکھا، ابونعیم وغیرہ کہتے ہیں کہ انہوں نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پچاس سال سے زیادہ عرصہ پڑھی۔ وہ رات کو کبھی اپنا پہلو بستر سے نہیں لگاتے تھے۔ نماز ظہر کے بعد ایک لحظہ کے لئے بیٹھے بیٹھے سو جاتے اور فرماتے رسول مکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیلولہ[80] سے قیام رات پر مدد لو۔ انتہیٰ ملخصاً

علامہ علی قاری مکی نے "الاثمار الجنیہ فی طبقات الحنفیۃ میں امام زفر ؒ سے روایت لی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے میرے ہاں ایک رات گزاری پوری رات کھڑے یہی آیت پڑھتے رہے۔ "بل الساعه موعدهم والساعه ادهى وامر" آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ پوری رات "فمن الله علينا ووقنا عذاب السموم" پڑھتے رہے۔ (دونوں حوالے ابھی ترجمے سمیت گزرے ہیں۔ مترجم)

عشق قرآن کی رعنائیاں

آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کے پیچھے نماز پڑھی جس نے سورہ اذا زلزلت پڑھی یہ نماز عشاء تھی آپ لوگوں کے نکلنے کے بعد وہیں بیٹھے رہے پھر اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور طلوع فجر تک اپنی داڑھی پکڑے کہتے رہے " اے وہ ذات جو ذرہ بھر نیکی کا بدلہ نیکی سے اور ذر بھر بدی کا بدلہ گرفت سے دیتی ہے اپنے بندے نعمان کو آگ سے پناہ دے۔"

حفص بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ انہوں نے تیس سال تک پوری راتیں

جاگ کر ایک رکعت میں قرآن ختم کیا۔

شب بیداری کی ضو ریزیاں

علامہ ابن حجر ہیتمی "معدن اليواقيت الملتمعة فى مناقب الائمة الاربعة" میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عطار ؒ نے تذکرہ میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہ روزانہ رات کو تین سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن بچوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے تو ایک لڑکا دوسرے سے کہنے لگا یہ شخص (امام اعظم) روزانہ رات کو ہزار رکعت نفل پڑھتا ہے اور سوتا نہیں ہے یہ سن کر امام اعظم نے فرمایا اب میں نے نیت کر لی ہے کہ ہر روز رات کو ہزار نفل بھی پڑھوں گا اور رات کو نہیں سویا کروں گا۔

تقسیم اوقات کی جلوہ سامانیاں

حضرت مسعر بن کدام فرماتے ہیں (یہ صاحب خود بھی زہد و ورع میں بہت شہرت رکھتے تھے) میں امام اعظم کی محفل میں آیا تو وہ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے پھر نماز ظہر تک لوگوں کو علم پڑھاتے رہے۔ نماز ظہر کے بعد نماز عصر تک پھر بھی بیٹھے پڑھاتے رہے، عصر سے مغرب کی نماز تک پھر نماز عشاء تک تعلیم میں مصروف رہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا یہ شخص تو اسی شغل میں ہے بھلا یہ عبادت کے لئے کب فارغ ہوتا ہو گا چلو آج رات اس کی نگرانی کرتے ہیں میں تاڑ میں رہا جب لوگ نکل گئے تو وہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے طلوع فجر تک وہ نماز میں مصروف رہے پھر گھر جا کر کپڑے بدلے اور نماز جمعہ کے لئے مسجد میں آ گئے۔

سب ہی امام اعظم کے مداح ہیں

جتنا ہم ذکر کر چکے ہیں اس سے بھی بڑھ کر آپ کے تقویٰ و ورع کی شدت اور

عبادت کے لئے شوق و جہد کا ذکر صاحب ہدایہ[81] نے مختار النوازل میں اور علامہ ذہبی نے "اعلام الاخیار فی طبقات مذہب النعمان المختار" اور علامہ سیوطی[82] نے "تبییض الصحیفہ بمناقب الامام ابی حنیفہ ؓ" میں اور علامہ ابن خلکان نے "وفیات الاعیان" میں اور ان کے علاوہ باقی متقدمین و متاخرین نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ وہ تواتر معنوی تک پہنچتا ہے۔ کتب مذکورہ وغیرہ میں تامل و غور کرنے سے اس میں ذرا بھی شک نہیں رہتا۔ اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو میں مذکورہ کتب اور دیگر آپ پر لکھے رسائل اور ان کے علاوہ معتبر تاریخوں سے کئی گنا زائد لکھ دیتا میں اللہ کریم کی دی ہوئی قوت و مدد سے اس پر قادر ہوں لیکن بہترین کلام وہی ہے جو مختصر اور مدلل ہو۔

کیا آپ تابعی ہیں؟

سب آئمہ کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ امام اعظم نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہاں اس بات میں ان کا اختلاف ہے کہ وہ تابعی ہیں یا نہیں کچھ علماء نے اس کی نفی کی ہے اور معتبر اور ثقہ علماء کی ایک عظیم جماعت نے اس کو تسلیم کیا ہے کہ وہ تابعی ہیں۔ آپ کے متعلق کاشف میں شیخ الاسلام ابو عبداللہ ذہبی نے لکھا ہے کہ نعمان بن ثابت زوطی نے حضرت انس ؓ کی زیارت کی، حضرت عطا، جناب اعرج اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم سے احادیث سنیں اور آپ سے حضرت ابویوسف اور امام محمد نے فیض پایا۔ میں نے آپ کی سیرت پر ایک مستقل کتاب[83] لکھی ہے۔ انتہٰی۔

مراۃ الجنان (جلد 1 - صفحہ 309) میں 150ھ کے واقعات میں امام یافعی فرماتے ہیں، اسی سال ہی فقیہ عراق امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ؓ کا وصال ہوا۔ آپ کی ولادت 80ھ ہے۔ آپ نے حضرت انس کی زیارت کی حضرت عطا بن ابی رباح اور ان کے طبقے سے حدیث سنی۔

اسی کتاب میں تھوڑا آگے (جلد 1، صفحہ 310) چل کر یافعی فرماتے ہیں آپ نے

چار صحابہ کو پایا حضرت انس بن مالک ؓ بصرہ میں، عبداللہ بن ابی اوفی ؓ کوفہ میں، سہیل بن سعد ساعدی ؓ مدینہ میں اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ مکہ میں تھے۔ کچھ مورخین کہتے ہیں کہ آپ ان میں سے کسی سے نہ ملے اور نہ ہی کچھ ان سے سنا۔ مگر آپ کے ساتھی کہتے ہیں کہ آپ صحابہ کی ایک جماعت سے ملے اور سماع فرمایا علامہ خطیب نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے حضرت انس ؓ کی زیارت کی جیسا کہ پہلے گزرا۔[84] انتہٰی

طبقات حنفیہ (جلد 2 صفحہ 453 قرشی کے جواہر مضیہ کے ذیل میں ہے) میں علامہ علی القاری نے لکھا ہے یہ ثابت ہے کہ آپ نے صحابہ کو پایا مگر اس میں اختلاف ہے کہ آیا آپ نے ان سے روایت بھی لی ہیں یا نہیں۔ مگر معتبر بات یہی ہے کہ آپ نے صحابہ سے روایت فرمائی۔ میں نے سند الانام شرح مسند الامام میں جہاں کچھ احادیث آپ نے سنداً صحابہ سے روایت کی ہیں اس بات کو خوب کھول کر بیان کر دیا ہے۔[85]

اس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ آپ شہرہ آفاق تابعین میں شامل ہیں۔ جیسا کہ عظیم المرتبت علماء نے تصریح کی ہے آپ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جن کا ذکر قول ربانی میں ہے والذین اتبعوھم باحسان (سورہ توبہ - 100) (اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی کے ساتھ صحابہ کا اتباع کیا)

آپ سرکار ﷺ کے اس ارشاد کے عموم میں بھی داخل ہیں جو اس حدیث میں ہے۔ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر ان کا جو ان حضرات سے ملیں گے۔[86] (بخاری و مسلم)

آپ کو جمہور علمائے اصولیین کا یہ نظریہ معلوم ہونا چاہئے کہ صحابی کو صرف ملنے اور دیکھ لینے سے تابعی ہو جاتا ہے۔ اس میں طویل عرصہ کی مصاحبت اور صحابی سے روایت کرنے کی شرط ضروری نہیں ہے ہاں کچھ علماء نے اور فقہاء نے صحابی ہونے کے لئے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ دیر تک حضور ﷺ کے ساتھ رہا ہو، یا کسی غزوہ میں شرف معیت پایا ہو یا روایت سرکار ﷺ سے کی ہو۔

امام سیوطی نے تبییض الصحیفہ بمناقب الامام ابی حنیفہ"
میں لکھا ہے کہ امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی نے ایک
مستقل جزء لکھا ہے جس میں انہوں نے صحابہ کرام سے سیدنا امام ابوحنیفہ کی
روایات کا ذکر کیا ہے، مگر حمزہ سہمی کا قول ہے کہ میں نے دار قطنی کو یہ فرماتے سنا
کہ امام ابوحنیفہ کسی اور صحابی کو نہیں ملے صرف حضرت انس ؓ کو اپنی آنکھوں
سے دیکھا مگر ان سے سماع و روایت نہیں کی ہے۔ خطیب بھی کہتے ہی کہ آپ کا
سماع حضرت انس سے ثابت نہیں ہے (یعنی ملاقات ہے سماع نہیں۔ مترجم)

تبییض الصحیفہ میں یہ عبارت بھی ہے، مجھے ان فتاوئی کے دیکھنے کا بھی
اتفاق ہوا جو شیخ ولی الدین عراقی کی خدمت میں پیش کئے گئے عبارت یہ تھی کیا امام
ابوحنیفہ ؓ نے کسی صحابی سے روایت کی ہے؟ کیا وہ تابعین میں شمار کئے جا سکتے
ہیں؟ ان کے جواب کی عبارت یہ ہے حضرت ابوحنیفہ کی کسی صحابی سے روایت
ثابت نہیں ہے ہاں آپ نے حضرت انس ؓ کی زیارت ضرور فرمائی، جن حضرات
کے ہاں صرف صحابی کی زیارت سے بندہ تابعی ہو جاتا ہے وہ آپ کو تابعی
مانتے ہیں۔

بقول امام سیوطی (صفحہ 6) یہی سوال حافظ ابن حجر کی خدمت میں پیش کیا گیا تو
آپ نے جواباً فرمایا امام ابوحنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت پائی کیونکہ آپ کی ولادت
80 ھ میں کوفہ میں ہوئی، کوفہ میں اس دور میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ تھے
ان کا اس کے بعد وصال ہوا۔ بصرہ میں حضرت انس ؓ تھے، ابن سعد نے ایک
روایت میں حضرت انس ؓ سے امام ابوحنیفہ کی ملاقات ثابت فرمائی ہے اور یہ سند
صحیح ہے قابل مواخذہ نہیں ہے۔ اور ان کے علاوہ اور صحابہ بھی کئی شہروں میں زندہ
موجود تھے۔[87]

کچھ حضرات نے جزء (رسالے) لکھے ہیں جن میں صحابہ سے امام اعظم ؓ کی
روایات جمع کی ہیں لیکن ان کی اسناد ضعیف ہیں۔ مگر اعتماد اسی بات پر ہے کہ
روایت ثابت ہے جیسا پہلے بیان ہو چکا اور زیارت بھی ثابت ہو چکی جیسا کہ ابن

سعد نے طبقات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ تو اس اعتبار سے وہ تابعین کے مبارک
گروہ میں شامل ہیں۔ آپ کے ہم عصر آئمہ کو یہ شرف حاصل نہیں حالانکہ اوزاعی
شام میں تھے، دونوں حماد بصرہ میں اور ثوری کوفہ میں اور مسلم بن خالد زنجی مکہ
میں اور لیث بن سعد مصر میں تھے۔

شرح نخبہ الفکر کی شرح (صفحہ 185) میں علامہ علی القاری نے علامہ ابن
حجر کے اس قول میں کہ تابعی وہ ہے جو صحابی سے ملا ہو۔ لکھا ہے کہ یہی مذہب
مختار ہے۔ عراقی فرماتے ہیں اکثر آئمہ کا یہی عمل ہے (کہ تابعی وہ ہے جس نے
صحابی کو دیکھا ہو۔ مترجم) خود سید کل ﷺ نے صحابی اور تابعی کی طرف ان الفاظ
میں اشارہ فرمایا ہے "خوشخبری ہے اسے جس نے مجھے دیکھا اور اسے بھی خوشخبری
ہے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا" سرکار ﷺ نے صرف دیکھنے کو کافی سمجھتے
ہوئے اس پر اکتفا فرمائی ہے۔ اس حدیث کو عبد بن حمید نے ابوسعید خدری ؓ
سے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر نے اسے حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت کیا
دونوں کی روایت میں اتنے مزید الفاظ ہیں کہ مجھے دیکھنے والوں کے دیکھنے والوں (تبع
تابعین مراد ہیں) کو جس نے دیکھا اس کے لئے بھی خوشخبری ہے۔ یہ عبارت
سیوطی کی جامع صغیر میں بھی ہے جس کی شرح میں علامہ عزیزی نے لکھا ہے یہ
حدیث صحیح لغیرہ ہے۔ انتہٰی[88]۔ میں کہتا ہوں (مراد علی القاری ہیں) اس تحقیق
نے تو امام اعظم ؓ کو تابعین کی لڑی میں پرو دیا کیونکہ آپ نے حضرت انس ؓ
وغیرہ صحابہ کو دیکھا جس کا ذکر شیخ جزری نے اسماء رجال القراء میں تور پشتی نے
تحفۃ المسترشدین میں اور کشف الکشاف کے مصنف[89] نے سورۃ مومنین
میں اور مرآۃ الجنان کے مصنف نے اپنی کتاب میں اور ان کے علاوہ بڑے متبحر علماء
نے بھی آپ کا تابعی ہونا ذکر کیا ہے۔ جس کسی نے بھی آپ کے تابعی تابعی
ہونے کی نفی کی ہے یا تو اس نے تتبع و تحقیق میں کوتاہی کی ہے یا فتور بھرے
تعصب سے کام لیا ہے۔ انتہٰی

یہ عبارت ان سے محمد اکرم بن عبدالرحمان نے اپنی کتاب "امعان النظر

فی توضیح نخبہ الفکر" میں نقل کی ہے اور اسے ثابت رکھا۔

ابن جوزی[90] نے العلل المتنابیہ فی الاحادیث الواہیہ" کے باب الکفالہ برزق المتفقہ میں دار قطنی کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے سماع نہیں کیا انہوں نے اپنی آنکھوں سے صرف حضرت انس بن مالک ؓ کو دیکھا۔

یہ بڑے ثقہ اور معتبر علماء دار قطنی، ابن اسود، خطیب، ذہبی، ابن حجر، ولی عراقی، سیوطی، علی قاری، اکرم سندھی، ابو معشر، حمزہ سہمی، یافعی، جزر، تور پشتی، ابن جوزی اور کشف الکشاف کے مصنف سراج ہیں۔ (16 مجتہدین عظام) سب امام اعظم کے تابعی ہونے پر نص پیش فرما رہے ہیں، ان میں سے اگر کسی نے انکار کیا ہے تو وہ صرف روایت کا انکار ہے۔

ان کے علاوہ محدثین اور معتبر مورخین کے ایک گروہ نے بھی آپ کا تابعی ہونا تسلیم کیا ہے۔ میں نے ان کی عبارات اس لئے چھوڑ دی ہیں کہ ملال آمیز طوالت نہ ہو جائے جو کچھ میں نے اور کتب کے حوالے نقل کئے ہیں وہ بھی اپنے ذاتی مطالعہ کے بعد نقل کئے ہیں کسی اور کے نقل کرنے کے حوالے پر ہرگز اعتماد نہیں کیا جو صاحب بھی مذکورہ کتب کی طرف رجوع کریں گے وہ میری تصدیق فرمائیں گے۔

اب رہیں آپ کے بارے میں ہمارے فقہاء کی عبارات، تو یاد رکھ لیں کہ وہ بے شمار ہیں گنی نہیں جا سکتیں۔

اگر کچھ مورخین نے سیدنا امام اعظم کے تابعی ہونے کا انکار کیا ہے تو وہ انہیں عظیم تسلیم فرمانے والوں کے مقابلہ میں نہ تو قابل اعتبار ہیں نہ ان میں ان جیسی قوت حفظ ہے اور نہ ہی ان جیسی وسعت نظر ہے (اور نہ ہی ان جیسی دیانت و تقویٰ ہے۔ مترجم) لہٰذا ان کے ارشادات کے مقابلے میں ان کے اقوال قبول نہیں کئے جا سکتے۔ مثلاً یہ شیخ الاسلام علامہ ذہبی ہیں ساری مخلوق ان کی نقل کو معتبر سمجھتی ہے اگر صرف یہ اکیلے ان امام کی تابعیت کے منکرین کے مقابل ہوتے تو صرف ان کا قول ان سب کو رد کر دینے کے لئے کافی ہوتا اب تو ذہبی کے ساتھ امام الحفاظ ابن حجر، معتبر اور ثقہ

حضرات کے قائد (راس) ولی عراقی خاتمۃ الحفاظ سیوطی، مورخین کے ستون یافعی وغیرہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہیں۔ اس تابعیت کے ثبوت میں خطیب آگے آگے ہیں۔ آپ کو کیا خبر کہ خطیب کون ہیں؟ پھر دار قطنی ہیں آپ کو کیا علم کہ دار قطنی کون ہیں؟ (آیئے میں بتاتا ہوں) یہ دونوں جلیل المرتبت امام اور قابل اعتماد مرجع اور سہارا ہیں ان دونوں کے علاوہ اور بھی تو بہت لوگ ہیں (جنہوں نے سیدنا امام اعظم ؒ کو تابعی مانا ہے۔ مترجم)

اب منکر وہی ہو سکتا ہے جو ان سب عظماء کو جھٹلاتا ہے اور وہ ایسا ہی ہے تو اس سے بات کرنے کا کیا فائدہ ہے، اگر کوئی ان کے ارشادات پر اور لوگوں کے اقوال کو ترجیح دیتا ہے تو اس کا مطلب وہ مرجوح کو راجح قرار دیتا ہے۔[91] انصاف پسند علماء سے امید ہے کہ جب وہ ان عبارات ونصوص کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ انکار نہیں فرمائیں گے۔

تابعین کے بعد زاہد عبادت گزار اور مجاہدہ فرمانے والے آئمہ

25:- حضرت سعد بن عبدالرحمان بن عوف زہری ؒ

ابو نعیم (حلیہ جلد 3 صفحہ 17) کہتے ہیں ہمیں احمد بن محمد نے انہیں محمد بن اسحاق نے انہیں عبیداللہ بن سعد نے انہیں ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سعد کے متعلق بتایا کہ جب اکیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں رات (رمضان کی) ہوتی تو قرآن ختم کرنے سے پہلے وہ افطاری نہ فرماتے۔[92] عبر (جلد 1 صفحہ 165) اور مرآۃ الجنان (جلد 1 صفحہ 269) میں ہے کہ سعد ہمیشہ روزہ رکھتے اور روزانہ ایک ختم کرتے۔

26:- حضرت ابراہیم بن ادھم ؒ

ابو نعیم نے فرمایا ہمیں یہ بات عبداللہ بن محمد بن جعفر نے انہیں اسحاق بن محمد بن احمد نے انہیں حجاج بن حمزہ نے انہیں ابوزید نے انہیں ابواسحاق فزاری نے بتائی کہ

ابراہیم رمضان میں دن کو کھیتی کاٹتے تھے اور رات کو نماز پڑھا کرتے۔ پورے رمضان کے تیس دن نہ وہ رات کو سوتے نہ دن کو۔

27:- حدیث میں "امیر المومنین" حضرت شعبہ بن حجاج ؒ

ابونعیم (حلیہ جلد 3 صفحہ 378) کا قول ہے ہمیں یہ بات احمد بن جعفر نے انہیں احمد بن علی نے انہیں علی بن حسین بلخی نے انہیں عمر بن ہارون نے بتائی کہ شعبہ ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے اور ثوری ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے۔ العبر (جلد 1 صفحہ 225) میں ہے کہ 160ھ میں حدیث کے امیر المومنین شعبہ بن حجاج ازدی شیخ بصرہ کا وصال ہوا' ہروی نے فرمایا میں نے حضرت شعبہ کو دیکھا کہ نماز پڑھتے پڑھتے ان کے پاؤں سوج گئے۔

اس نوازش کا شکریہ

28:- حضرت فتح بن سعید موصلی ؒ

ابونعیم (حلیہ جلد 7 صفحہ 292) نے فرمایا ہمیں یہ حدیث ابوزرعہ محمد بن ابراہیم نے انہیں محمد بن قارن نے انہیں ابوحاتم نے انہیں محمد بن روح نے انہیں ابراہیم بن عبداللہ نے بتائی کہ فتح موصلی کو شدید درد سر ہوا تو بہت خوش ہو کر کہنے لگے اللہ! آپ نے مجھے انبیاء والی تکلیف میں مبتلا فرمایا ہے آج اسی کے شکریہ میں رات کو چار سو رکعت نفل پڑھوں گا۔

29:- سیدنا محمد بن ادریس شافعی ؒ

ابونعیم کا ارشاد ہے کہ یہ بات ہمیں محمد بن علی نے انہیں حسن بن علی نے انہوں نے ربیع بن سلیمان کو فرماتے سنا کہ محمد بن ادریس شافعی رمضان میں نماز میں ساٹھ ختم فرماتے تھے۔ مجھے (ابونعیم) میرے والد نے انہیں ابراہیم بن محمد بن حسن نے انہوں

نے ربیع بن سلیمان سے سنا کہ میں (ربیع) نے امام شافعی کو یہ فرماتے سنا کہ میں رمضان میں ساٹھ دفعہ قرآن ختم کرتا ہوں۔[93] تہذیب الاسماء واللغات (جلد 1 صفحہ 54) میں امام نووی نے لکھا ہے کہ ربیع نے بتایا میں نے شافعی کے گھر کئی راتیں گزاریں وہ رات کو بہت کم سوتے تھے' حمیدی کا قول ہے شافعی روزانہ ایک ختم کرتے تھے۔

30:- سیدنا امام احمد بن حنبل ؒ

ابونعیم (حلیہ جلد 9 - صفحہ 181) نے فرمایا ہمیں یہ بات سلیمان بن احمد نے انہیں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے بتائی کہ میرے والد گرامی دن اور رات میں تین سو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ جب وہ کوڑے لگنے کی وجہ سے ضعیف ہو گئے تو روزانہ رات دن میں ایک سو پچاس رکعتیں پڑھتے تھے۔[94] آپ کی عمر اسی (80) سال کے قریب تھی۔

31:- حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن سہل بن عطاء ؒ

ابونعیم (حلیہ جلد 10 صفحہ 302) فرماتے ہیں میں نے ابوالحسن محمد بن علی جنید بن محمد کے ساتھی سے سنا انہوں نے ابوالعباس بن عطا کے بارے میں بتایا کہ میں چند سال ان کے آداب کو اختیار کر کے ان کے ساتھ رہا وہ روزانہ ایک ختم کرتے رمضان میں رات دن میں تین ختم کرتے تھے۔

32:- حافظ ابوعتاب منصور سلمی کوفی ؒ

علامہ ذہبی نے العبر میں 131ھ کے واقعات (1 ..... 177) میں لکھا ہے زائدہ فرماتے ہیں کہ آپ نے چالیس سال تک روزے رکھے پوری رات روتے گزارتے تھے۔

33:- حضرت واصل بن عبدالرحمن بصری ؒ

العبر واقعات 152 (جلد 1 صفحہ 218) میں ہے ابوداؤد طیالسی (شہرہ آفاق محدث)

فرماتے ہیں آپ ہر رات ختم قرآن فرماتے تھے۔

34:- محمد بن عبدالرحمان بن مغیرہ بن حارث بن ابی ذئب ابوالحارث مدنی ؒ

آپ فقیہ ہیں حضرت نافع اور حضرت عکرمہ سے روایت فرماتے ہیں۔ علامہ ذہبی اور حضرت یافعی دونوں نے 157 ھ کے واقعات (العبر جلد 1 صفحہ 231 - مرآۃ الجنان جلد 1 صفحہ 340) میں لکھا ہے۔ واقدی کا قول ہے وہ پوری رات نماز پڑھتے اور عبادت میں جدوجہد کرتے[95]۔

35:- حضرت وکیع بن جراح کوفی ؒ

آپ امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام احمد کے استاد ہیں۔ اعلام الاخبار میں علامہ کفوی لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن اکثم نے فرمایا میں سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا آپ ہمیشہ کے روزہ دار تھے۔ رات میں روزانہ ختم قرآن فرماتے تھے۔ محمد بن جریر کا قول ہے حضرت وکیع عبادان میں چالیس راتیں رہے۔ چالیس قرآن ختم کئے اور چالیس ہزار درہم صدقہ کئے۔ انتہیٰ

تتمہ .... از علامہ عبدالفتاح ابوغدہ

میں نے مناسب سمجھا کہ یہاں مجاہدات فرمانے والے حضرات کے جو واقعات حضرت مصنف نے ارشاد فرمائے ہیں اپنی طرف سے ان اضافی واقعات کا ذکر کر دوں جو مصنف کے واقعات کی مختلف کتب سے تحقیق کرنے کے دوران معلوم ہوئے۔ یہ اس لئے تاکہ مجھے بھی اجر و ثواب ملے اور اولیائے کرام خوش ہو کر اپنے نفع بخش اوقات میں مجھے بھی اپنی نیک دعاؤں میں شامل فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ ہی صالحین کا دوست اور والی ہے۔

1:- حضرت سلیم بن عترنجیبی تابعی ؒ

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (جلد 9 صفحہ 118) میں حجاج کے ترجمے کے دوران

لکھا ہے کہ ابن عساکر نے سلیم بن عترنجیبی قاضی مصر کے متعلق ارشاد فرمایا کہ آپ بڑے تابعین میں شامل ہیں۔ زہد و ورع اور عبادت میں آپ کا بہت بڑا مقام ہے۔ رات میں روزانہ نماز اور نماز سے باہر قرآن پاک کے تین ختم کرتے تھے آپ کی وفات شذرات الذہب (جلد 1 صفحہ 83) میں 75 ھ لکھی ہے۔

2:- عظیم المرتبت محدث حضرت مسعر بن کدام ہلالی کوفی ؒ

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب جلد 10 صفحہ 115 میں لکھا ہے کہ آپ کے صاحبزادے محمد نے بتایا کہ میرے والد گرامی آدھا قرآن پڑھنے سے پہلے نہیں سوتے تھے آپ کا وصال 155 ھ میں ہوا۔

3:- حضرت حسن بن صالح بن حی ثوری ہمدانی ؒ

امام ابوالحسن عجلی نے اپنی کتاب معرفۃ الثقات میں اور حافظ ابن حجر نے آپ کے ترجمے میں تہذیب التہذیب (جلد 2 صفحہ 288) پر لکھا ہے کہ حسن اور علی صالح کے دونوں بیٹوں اور ان کی والدہ نے رات کے تین حصے کر لئے۔ اپنے گھر میں ہر روز وہ تینوں مل کر قرآن پاک ختم کر لیتے تھے۔ ہر ایک قرآن کا تیسرا حصہ پڑھ دیتا تھا۔ ان کی والدہ مر گئیں تو دونوں بھائی رات میں قرآن مل کر (15 پارے فی کس) ختم کر لیتے تھے پھر علی کا وصال ہو گیا تو حسن اکیلے ہر رات ختم کرتے رہے۔

ابوالحس دارانی بتاتے ہیں کہ میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس کے چہرے پر حضرت حسن سے بڑھ کر خوف جھلکتا ہو ایک رات وہ عم یتسائلون پڑھ رہے تھے تو بے ہوش ہوتے رہے صبح تک وہ سورۃ ختم نہ کر سکے۔ آپ کا وصال 169 ھ میں ہوا۔

4:- حضرت امام ابو محمد عبداللہ بن ادریس بن یزید اودی کوفی ؒ

امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح (جلد 1 صفحہ 79، 78) میں لکھا ہے آپ کی امامت، عظمت، شان، علم میں پختگی، فضیلت، نیکی اور عبادت پر سب کا اتفاق ہے۔

آپ سے ہمیں روایت ملی ہے کہ جب آپ کے وصال کے وقت آپ کی بیٹی رونے لگی تو آپ نے فرمایا روئیے نہیں میں نے اس گھر میں چار ہزار دفعہ قرآن پاک ختم کیا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ ابن ادریس لاثانی تھے۔ وصال 192 ھ میں ہوا۔

5 :- حضرت امام ابوبکر بن عیاش ؒ

صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی (جلد 1 صفحہ 79) نے آپ کے بارے میں فرمایا اس امام کی فضیلت پر سب لوگوں کا اتفاق ہے۔ آپ کا نام یہی کنیت والا لفظ ہے۔ ان کے صاحبزادے ابراہیم نے ہمیں بتایا کہ مجھے میرے والد نے فرمایا' بیٹا! تیرے باپ نے کبھی کوئی بے حیائی والا کام نہیں کیا ہے اور تیس سال تک اس نے روزانہ قرآن پاک کا ختم کیا ہے۔

سبحان اللہ! یہ تقدس

ان سے ہمیں یہ روایت بھی معلوم ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے سے کہا بیٹا! خبردار اس کمرے میں کوئی گناہ نہ کرنا کیونکہ میں نے اس میں بارہ ہزار دفعہ قرآن کا ختم کیا ہے' ہمیں یہ روایت بھی ملی ہے کہ جب آپ کی وفات پر آپ کی صاحبزادی رونے لگی تو فرمایا' پیاری بیٹی رو نہیں کیا تمہارا خیال ہے کہ اللہ کریم مجھے عذاب دیں گے (وہ ایسا نہیں کرے گا) کیونکہ میں اس گوشے میں چوبیس ہزار قرآن کے ختم کر چکا ہوں۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب (جلد 12 صفحہ 36) پر آپ کی ولادت 96' 95 ھ اور ان کی وفات 193 ھ لکھ کر فرمایا کہ آپ نے ستر سال دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام فرمایا ان کے ہاں رات کو نیند کا تصور نہ تھا۔

6 :- حضرت ابوبشر احمد بن محمد بن حسنویہ حسنوبی عابد نیشا پوری ؒ

علامہ ابن اثیر نے اللباب فی تہذیب الانساب (جلد 1 صفحہ 300) پر لکھا ہے کہ

انہوں نے محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے سنا کہ آپ ہر رات ختم قرآن فرماتے تھے۔ وصال 390 ھ میں ہوا۔

7 :- حضرت جعفر بن حسن در زیجانی حنبلی ؒ

آپ قاری و زاہد تھے حافظ ابن رجب نے طبقات الحنابلہ کے ذیل (جلد 1 صفحہ 110) میں لکھا ہے کہ آپ اللہ کریم کے نیک بندوں میں شامل تھے۔ بہت زیادہ امربالمعروف فرماتے اور بڑی شدت سے منکرات سے روکتے۔ اس سلسلہ میں آپ کے مقامات کی شہادت دی گئی ہے۔ روزہ' تہجد اور رات کے قیام پر مداومت فرماتے' آپ نے بہت زیادہ ختم فرمائے۔ ہر ختم صرف ایک رکعت میں ہوتا نماز کے سجدے میں تھے کہ 506 ھ میں اپنے کریم رب سے جا ملے۔[96]

آداب تلاوت قرآن اور عظمائے ملت

امام نووی نے التبیان فی آداب حملہ القرآن (صفحہ 12 - 11) اور الاذکار (صفحہ 96 - 95) میں لکھا ہے حامل قرآن کے لئے مناسب یہ ہے کہ تلاوت قرآن کا تحفظ کرے اور رات اور دن میں کثرت سے تلاوت کرے۔ سفر و حضر میں ناغہ نہ کرے۔ اسلاف گرامی رضی اللہ عنہم کی قرآن ختم کرنے کی مختلف عادات تھیں کچھ لوگ دو ماہ میں ختم کرتے اور کچھ حضرات مہینے میں ختم کرتے تھے کچھ کا معمول دس دن کا تھا۔ کچھ آٹھ دن کچھ سات دن میں ختم کیا کرتے تھے۔ کچھ چھ دنوں' کچھ پانچ دنوں میں اور کچھ چار دنوں میں ختم کیا کرتے تھے۔ بہت سارے لوگ تین دنوں میں ختم فرماتے۔ بے شمار لوگ ایسے بھی تھے جو رات اور دن میں ختم کرتے تھے' ایک جماعت نے رات اور دن میں دو ختم بھی کئے ہیں۔ کچھ حضرات نے رات دن میں تین ختم فرمائے ہیں' کچھ لوگوں نے رات دن میں آٹھ ختم بھی کئے ہیں چار دن کو اور چار رات کو' یہ انتہائی تعداد ہے جو رات دن میں ہمیں معلوم ہوئی ہے۔

جن حضرات نے چار ختم دن کو اور چار رات کو کئے ہیں ان میں سید جلیل ابن

الکاتب صوفیؒ ہیں' رات اور دن میں اس سے زیادہ کسی پڑھنے والے کا ہمیں علم نہیں ہے' سید جلیل حضرت احمد رواتی نے اپنی سند سے تابعین میں سے عظیم زاہد حضرت منصور بن زاذانؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ ظہر اور عصر کے درمیان ختم کرتے پھر مغرب اور عشاء کے درمیان ختم کر دیتے۔ رمضان میں مغرب اور عشاء کے درمیان دو ختموں سے بھی بڑھ جاتے ان دنوں نماز عشاء رمضان میں رات کی چوتھائی گزرنے کے بعد پڑھتے تھے' ابن ابی داؤد نے اپنی صحیح سند سے روایت بیان فرمائی ہے کہ حضرت مجاہد رمضان میں مغرب و عشاء کے درمیان قرآن پاک ختم کر دیتے تھے۔

وہ لوگ جنہوں نے قرآن ایک رکعت میں یا رات اور دن میں پڑھ دیا وہ تو شمار سے باہر ہیں۔ ان میں سیدنا عثمان' حضرت تمیم داری اور حضرت سعید بن جبیر (رضی اللہ عنہم) شامل ہیں۔ انہوں نے قرآن کعبے (مقام پر جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) میں ایک رکعت میں ختم کر دیا۔ حضرت مجاہد' امام شافعی اور بہت سے اور حضرات نے رات اور دن میں قرآن ختم فرما لیا۔ منصور کہتے ہیں حضرت علی ازدی رمضان کی ہر رات میں مغرب اور عشاء کے درمیان ختم کر لیتے تھے' ابراہیم بن سعد کا قول ہے کہ میرے باپ عموماً پگڑی یا کپڑے سے زمین یا کسی جگہ بیٹھ کر کمر اور ٹانگوں کو پیچھے کر کے باندھ لیتے کہ سہارا مل جائے گریں نہیں اور اسے قرآن ختم کرنے سے پہلے نہیں کھولتے تھے۔

جو حضرات رات دن میں تین ختم کرتے ان میں دور معاویہؓ میں مصر کے قاضی سلیم بن عترؒ تھے۔ لیکن ابن ابی داؤد نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ چار ختم کرتے تھے ابو عمر کندی نے بھی اپنی کتاب قضاۃ مصر میں ان کے ہر رات میں چار ختم ہی لکھے ہیں۔ جن لوگوں نے سات دنوں میں ختم کیا ہے وہ بہت ہیں حضرت عثمان بن عفان (عام معمولات میں)' عبداللہ بن مسعود' زید بن ثابت اور ابی بن کعب (رضی اللہ عنہم)۔ تابعین میں سے عبدالرحمٰن بن یزید' علقمہ اور ابراہیم وغیرہ علیہم الرضوان بھی ہفتے میں ہی ختم کیا کرتے تھے۔

مختار بات یہ ہے کہ یہ اختلاف مختلف اشخاص کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جسے باریک بینی کی وجہ سے لطائف ومعارف حاصل ہوتے ہیں۔ وہ اتنا ہی پڑھے جسے کامل طور پر پڑھنے کے ساتھ سمجھ سکے۔ اسی طرح اگر کوئی علوم کی نشرواشاعت میں مشغول ہے یا مسلمانوں کے اہم مسائل حل کرنے بیٹھا (یعنی استاد اور جج ہے) یا دیگر کئی اور اہم باتوں میں مصروف ہے یا مسلمانوں کے عام مصالح میں لگا ہوا ہے۔ تو وہ اتنا ہی پڑھے کہ اس کے کاموں میں خلل واقع نہ ہو اور نہ کمال میں رکاوٹ بنے۔ اگر قاری ایسے لوگوں میں شامل نہیں ہے تو جتنا زیادہ ممکن ہو پڑھے مگر اس حد تک نہیں کہ ملال اور کبیدگی پیدا ہو اور نہ ہی اس انداز سے کہ الفاظ بالکل کٹ جائیں۔

یہ بات ہو گئی مولف صفحہ 103 پر اس سوال کا خود جواب دے رہے ہیں جو ذہن میں آتا ہے کہ یہ زیادہ عبادات مختصر وقت میں کیسے ادا ہو گئیں۔ مقصد ثانی سے تھوڑا سا پہلے مصنف کا کچھ اور کلام بھی آ رہا ہے جو اس اعتراض کا جواب ہو سکتا ہے۔

(حضرت علامہ عبدالفتاح کا تتمہ یہاں ختم ہوا)

یہ ہیں کچھ صحابہ' تابعین اور تبع تابعین میں سے فقہاء' محدثین اور آئمہ مجتہدین جنہوں نے عبادت میں مجاہدہ و ریاضت کا حق ادا کر دیا اور تعبد و عبادت گزاری میں جدوجہد کی انتہا کر دی۔ انہیں اعلیٰ نصیب ملا' کیا ہی اعلیٰ نصیب ہے وہ اس مقام پر پہنچے کہ ان کے ذکر پر رحمت نازل ہوتی ہے اور ان کی خبریں سنیں تو زحمت دور ہوتی ہے۔ اللہ کریم ہمیں ان کے ہدایت یافتہ پیروکاروں میں شامل فرمائیں اور ہمارا حشر ان کے ساتھ اعلیٰ درجات میں ہو۔

میں نے ذہبی کی العبر اور سیر اعلام النبلاء اور یافعی کی مرآۃ الجنان اور الارشاد والتطریز بذکر فضل الذکر وتلاوۃ القرآن العزیز' نووی کی تہذیب الاسماء واللغات ابو نعیم اصبہانی کی حلیۃ الاولیاء' سمعانی کی کتاب الانساب اور ان کے علاوہ کتب تواریخ اور اسماء الرجال کا مطالعہ کیا ہے۔ کچھ کے زیادہ حصے پڑھے ہیں اور کچھ پوری کی پوری

پڑھی ہیں۔ میں نے ان مجاہدہ کرنے والوں کا ذکر بہت ہی کثرت سے پایا ہے۔ اس کا حصر نہیں ہو سکتا ہے اور کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ ان سب کا شمار کر سکے لہٰذا ہم نے ان معدود حضرات کے ذکر پر کفایت کی ہے۔ کیونکہ انصاف پسند فاضل کے لئے یہ کافی ہے اور متعسف اور متعصب کو تو کسی شئی سے بھی فائدہ نہیں ہوتا ہم خواہ جتنا بھی زیادہ لکھتے جائیں۔

ایک سوال

اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ مناقب جو ان حضرات کے تراجم میں ذکر ہوئے ہیں ان کی سند مسلسل و متصل نہیں ہے تو پھر ان کا کیا اعتبار ہے؟ کیونکہ اس باب میں یا تو مشاہدہ پر اعتبار و بھروسہ کیا جا سکتا ہے یا پھر خبر مسلسل پر۔ (یہاں مشاہدہ بھی نہیں اور خبر مسلسل بھی نہیں پھر تو یہ واقعات غیر معتبر ہیں۔ مترجم)

جواب

ہم جواباً عرض کرتے ہیں

اولاً:- ہم نے حلیۃ الاولیاء سے متصل اور مسلسل اسناد نقل کر دی ہیں۔ جو ہمارے لئے کافی ہیں۔[97]

ثانیاً:- جن حضرات مصنفین نے ان مناقب کا ذکر فرمایا ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ جن پر اعتبار نہ کیا جا سکے یا جن کی نقل حجت و دلیل نہ ہو۔ وہ اسلام کے امام اور مخلوق کے ستون و عمود ہیں۔ اہم معاملات میں انہیں حضرات کے ارشادات کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور ان کی روایات و اخبار کو قطعی اور یقینی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً یہ حضرات ملاحظہ ہوں۔ ابو نعیم۔ ابن کثیر۔ سمعانی۔ ابن حجر مکی۔ ابن حجر عسقلانی۔ سیوطی۔ علی القاری۔ شمس الائمہ کردی۔ عبدالوہاب شعرانی اور شیخ الاسلام ذہبی اور ان کے نقوش پر چلنے والے اور حضرات۔

کیا آپ یہ گمان کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں جھوٹ درج کر دیا یا ایسی بات نقل کر دی جیسی باتیں جھوٹے لوگ لکھ دیتے ہیں؟ نہیں قسم بخدا نہیں یہ بڑے محتاط امام ہیں اپنی تحریروں میں ہرگز ملاوٹ نہیں کرتے۔ اگر آپ کو شک ہے تو طبقات ملاحظہ کر لیں ان ثقہ لوگوں کی سچائی کے احوال آپ کے سامنے کھل کر آ جائیں گے۔

اگر ایسا ہی شک معتبر قرار پائے تو پھر کتب تاریخ اور اسماء الرجال پر سے تو اعتبار ہی اٹھ جائے گا کیونکہ عموماً یہ حضرات علماء کے تراجم میں جو کچھ لکھتے ہیں سند مسلسل کے بغیر ہی لکھتے ہیں بلکہ بڑے اختصار سے مرسلاً" لکھتے ہیں اگر پھر بھی کوئی اس بارے میں شک کرتا ہے تو قطعاً معلوم ہوتا ہے کہ وہ متعصب ہے اور قابل خطاب نہیں ہے۔ ایسے آدمی کو خطاب نہیں زجر و عتاب کرنا چاہئے۔[98]

ایک سوال

آپ اگر یہ سوال کریں کہ کچھ مجاہدات و ریاضات ایسی ہیں کہ ان کا وقوع عقل نہیں مانتی مثلاً رات دن میں آٹھ ختم کرنا' یا ایک رات میں ہزار رکعتیں ادا کرنا اسی طرح اور باتیں۔

جواب

میں کہتا ہوں ایسی عبادت اگرچہ عوام کے بس کی نہیں ہیں۔ یہ اہل اللہ کے بس سے باہر نہیں ہیں۔ انہیں اللہ کریم نے فرشتوں کی قوت عطا کر رکھی ہے جس کے ذریعے وہ ان صفات تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس بات اور اس قوت کا صرف وہی انکار کر سکتا ہے جو کرامات کے صدور اور خوارق عادات کا منکر ہو گا۔ (اور ایسے شخص سے بات مسلمات کے انکار کے مترادف ہے۔ مترجم)

المقصد الاول

یہ مقصد اس بات کے ثابت کرنے کے لئے ہے کہ ایسے مجاہدات اور ایسی

ریاضتیں بدعت و گمراہی نہیں ہے۔ اس کے کئی دلائل و وجوہات ہیں۔

1:- طاقت کے مطابق یہ مجاہدات صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے کئے ہیں اور ان میں سے کسی نے بھی اس بات کا انکار نہیں کیا۔ جو ان حضرات سے ثابت ہے وہ بدعت نہیں ہے۔ میں نے اصل ثانی میں اس صغریٰ (مقدمہ صغریٰ یعنی عبادات میں ان حضرات کا مجاہدہ فرمانا اور ان میں سے کسی کا انکار نہ کرنا) کی خوب تحقیق کر دی ہے اور اصل اول میں کبریٰ (جسے یہ لوگ کریں وہ بدعت نہیں ہے) کی بھی تحقیق ہو چکی ہے۔

2:- ان میں سے کچھ تو خلفائے راشدین نے کئے ہیں۔ مثلاً حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے ایسے اعمال کئے ہیں۔ اصل ثانی صفحہ 59 میں یہ بات لکھی جا چکی ہے جو خلفاء کریں اور اس کا انکار کوئی صحابی نہ کرے تو وہ سنت ہے کیونکہ سنت صرف وہ نہیں ہے جو سید کل ﷺ سے خاص ہو بلکہ جو سرکار ﷺ یا بعض یا کل خلفاء کریں یا دین میں وہ کوئی چیز شروع کریں تو نہیں مگر اسے پسند فرمائیں تو وہ سنت ہے۔

ابن الہمام[99] نے تحریر الاصول (جلد 2، صفحہ 148) میں اور عینی نے العنایہ شرح الھدایہ (جلد 1 - صفحہ 871) میں اور عبدالعزیز بخاری نے[100] کشف میں اور باقی اصولی فقہا نے اپنی کتب میں سنت کی یہی تحقیق کی ہے۔ تحفۃ الاخیار (صفحہ 182) میں اس کی میں نے پوری تحقیق کی ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا (کہ عمل صحابہ و خلفائے راشدین) سنت ہے تو یہ بات بذات خود ثابت ہو گئی کہ وہ بدعت نہیں ہے کیونکہ سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

3:- مجتہد آئمہ اور جلیل القدر فقہاء اور محدثین ایسے اعمال کرتے رہے ہیں اگر یہ اعمال بدعت اور گمراہی ہیں تو اس کا پھر لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ سب بدعتی اور گمراہ ہوں۔ یہ لازم بات بالکل غلط ہے کیونکہ سب ایسے مسلمانوں کا جو قابل شمار و اعتبار ہیں اس پر اجماع ہے کہ یہ سب حضرات بدعتی نہیں ہیں۔

4:- مسلمانوں کا جن جلیل القدر مورخین پر بھروسہ اور اعتماد ہے اور دین کے بارے میں وہ ورع و تقویٰ میں مشہور ہیں اور دین میں بدعت سے بھی بچے ہوئے ہیں انہوں نے اپنی تصانیف میں علماء کے تراجم میں ان کے عباداتی مجاہدات کا ذکر ان کی مدح اور جلالت شان کے طور پر کیا ہے۔ یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ یہ مجاہدات ان کے ہاں بدعت نہیں کیونکہ یہ علماء کی شان نہیں ہے کہ وہ کسی بدعتی مسلکے پر کسی کی تعریف کریں۔

علامہ ذہبی کو ذرا سن لیں

یہ شیخ الاسلام علامہ ذہبی ہیں۔ وہ کامل صوفیہ اور جلیل القدر اشعریوں کے بارے میں کمی اور تفریط[101] کرتے ہیں اگر ان سے نظر بہ ظاہر کوئی ایسی شئی صادر ہو جائے جو خلاف شرح محسوس ہو خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی اور حقیر کیوں نہ ہو تو علامہ اپنی کتابوں میں طعن و تشنیع سے نہیں رکتے۔

علامہ سبکی کی رائے

اسی لئے علامہ تاج الدین سبکی[102] نے طبقات شافعیہ (جلد 1 صفحہ 190) میں لکھا ہے یہ ہمارے شیخ ذہبی ہیں وہ علم و دیانت سے متصف ہیں اور وہ اہل سنت پر حد سے بڑھ کر شدت کرتے ہیں۔ وہ ہمارے شیخ اور استاذ ہیں مگر اس سلسلہ میں ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ حق کی پیروی ہی سب سے بہتر ہے، انتہائی تعصب میں وہ اس حد تک چلے گئے ہیں جس سے حیا آتی ہے، عام علمائے اسلام اور آئمہ عالی مقام جو حاملین شریعت نبویہ ہیں اور غالب تعداد میں اشعری ہیں مجھے قیامت کے دن ان کے حقوق کی وجہ سے علامہ ذہبی کے خلاف (لعنت کا) خوف ہے وہ جب کسی اشعری کے پیچھے پڑتے ہیں تو کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور بالکل معاف نہیں کرتے، میرا اعتقاد یہ ہے کہ یہ سارے لوگ قیامت کے دن آپ کے خلاف ہوں گے۔ مگر

الله کریم سے یہی درخواست ہے کہ ان سے باز پرس میں تخفیف ہو اور ان اشعری علماء کو ان کا شفیع بنا دے' علامہ عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب "الیواقیت و الجواہر فی ذکر عقائد الاکابر" (جلد 1 صفحہ 8) میں لکھا ہے۔ حافظ ابوعبداللہ ذہبی سے علامہ شیخ محی الدین ابن عربی کے اس قول کے بارے میں کہ "انہوں نے فصول الحکم کتاب صرف نبی ﷺ کی اجازت سے لکھی ہے" پوچھا گیا تو ذہبی نے فرمایا میرا یہ خیال نہیں تھا کہ ایسا بزرگ بھی جھوٹ بولتا ہے' حقیقت یہ ہے کہ حافظ ذہبی حضرت ابن عربی اور گروہ صوفیہ کے شدید مخالف تھے۔ علامہ ابن تیمیہ بھی ان کے ہمنوا ہیں۔ انتھٰی

علامہ سیوطی کی علامہ ذہبی کے متعلق رائے

علامہ سیوطی نے "قمع المعارض فی نصرة ابن الغارض" میں لکھا ہے کہ آپ کو ذہبی کی بھنبھناہٹ دھوکہ میں نہ ڈالے انہوں نے تو امام فخرالدین بن خطیب جیسے عظیم محقق کے لئے یہی تشدد اپنایا اور یہی بھنبھناہٹ استعمال کی۔ پھر ان سے بھی بڑے قوت القلوب کے مصنف حضرت ابوطالب مکی پر بھی اور پھر ان سے بھی بڑے علامہ شیخ ابوالحسن اشعری پر بھی اسی بھنبھناہٹ کے وار کئے۔ جن کے ذکر سے جوانب و آفاق بھرے پڑے ہیں۔ المیزان' التاریخ اور سیر النبلاء ان کے ذکر خیر سے پر ہیں' آپ ان حضرات سے ذہبی کے کلام کا موازنہ فرمالیں؟ ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے' قسم بخدا ان حضرات کے بارے میں ذہبی کی بات نہیں مانی جائے گی بلکہ ہم ان حضرات تک ان کا حق پہنچائیں گے اور پورا پورا حق ادا کریں گے۔ انتھٰی

مصنف کی رائے

ذہبی یہ سب کچھ اس لئے لکھتے ہیں کہ وہ بہت متورع اور زاہد ہیں اور دین کے بارے میں انتہائی احتیاط فرماتے ہیں وہ صرف معذور ہی نہیں ماجور (مستحق

ثواب) بھی ہیں جیسا کہ شریعت میں واضح ہے۔ (عبارت معترضہ یہاں ختم ہوئی) ان سب باتوں کے باوجود عبادت و ریاضت میں مجاہدات اولیاء پر ذہبی نے کوئی تعرض واعتراض و گرفت نہیں کی بلکہ ان حضرات کے تراجم میں ان باتوں کو بطور مدح و ثناء ذکر کیا ہے۔ جس سے واضح ہوگیا کہ یہ نہ ان کے نزدیک بدعت ہے اور نہ ان سے پہلے اور بعد کے مذکورہ محققین کے نزدیک بدعت ہے۔

5 :- ایسے اعمال خود سرکار سرور کائنات ﷺ سے ثابت ہیں اور جو آپ ﷺ سے ثابت ہو وہ بدعت نہیں ہے۔ کبریٰ (جو سرکار سے ثابت ہو وہ بدعت نہیں ہے) تو بالکل ظاہر ہے اور صغریٰ (بکثرت عبادت سید کل ﷺ سے ثابت ہے۔)

جیسا امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت لی ہے کہ سرکار ﷺ کھڑے ہو کر نماز اس حد تک پڑھتے کہ قدم مبارک سوج جاتے آپ کو عرض کیا جاتا (آپ تو معصوم ہیں اتنی عبادت کیوں فرماتے ہیں؟) تو ارشاد ہوتا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

2 :- ترمذی نے حضرت مغیرہ ؓ سے یہ روایت بیان کر کے اسے حسن صحیح کہا کہ سید کل ﷺ نماز پڑھتے رہے آپ کے قدم مبارک سوج گئے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ ایسی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں جبکہ آپ معصوم ہیں۔ نہ ماضی میں آپ پر کوئی الزام ہے اور نہ ہی مستقبل میں ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں عبد شکور نہ بنوں۔

3 :- ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت مغیرہ ؓ سے ہی روایت لی ہے کہ سید کل ﷺ نے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ کے دونوں مبارک قدم سوج گئے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا حضور ﷺ آپ تو معصوم ہیں ماضی و مستقبل میں گناہوں سے پاک ہیں تو فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (ابن ماجہ جلد 1 صفحہ 56)' (نسائی' جلد 2 صفحہ 219)

4 :- امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ سرکار کریم ﷺ

نے اتنی لمبی نماز پڑھی کہ مبارک قدم سوج گئے اور پھٹ گئے۔[103] قسطلانی مواہب لدنیہ (جلد 2 صفحہ 457) میں لکھا ہے ابن بطال فرماتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ انسان اپنے نفس کو ایسی عبادت میں مشغول کر سکتا ہے جس سے بدن کو ضرر پہنچتا ہو۔ کیونکہ حضور ﷺ نے جب گزشتہ کا علم ہوتے ہوئے ایسا فرمایا تو جسے علم نہیں ہے وہ کس کیفیت میں ہو گا' اس کی تو بات اور دور ہے جسے دوزخ میں جانے سے امن نہیں ہے۔[104]

ابن حجر کے قول کے مطابق عبادت اس وقت تک ہو کہ ملول نہ ہو۔ تو حضور ﷺ کے احوال عالیہ تو بہت ہی کامل تھے وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں ہرگز کبیدہ نہیں ہوتے تھے خواہ اس سے بدن مبارک کو ضرر ہی ہوتا' بلکہ صحیح حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (نسائی جلد 2 صفحہ 62' 61 - عن انس و احمد 3 - صفحہ 128) اب آپ کے لئے باقی حضرات ہوں تو جب کبیدگی پیدا ہو تو جی کو تکلیف نہ دیں۔ انتہٰی

سوال

اگر آپ کہیں کہ آپ ﷺ سے یہ تو ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے پوری رات قیام فرمایا یا ایک رکعت میں قرآن پڑھا یا تہجد گیارہ رکعت سے زائد پڑھے جیسا کہ ابوداؤد (جلد 2 صفحہ 40) میں سعد بن ہشام نے ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت بیان کی ہے کہ پوری رات صبح تک آپ نے قیام نہیں فرمایا اور نہ ہی کبھی ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا اور نہ ہی رمضان کے علاوہ پورے مہینے کے روزے رکھے ہاں جب کوئی نماز (نوافل) پڑھتے تو انہیں سدا جاری رکھتے۔ (الحدیث)

دارمی نے سنن دارمی میں لکھا ہے (جلد 1 صفحہ 346) کہ سرکار ﷺ اگر کوئی خلق (عادت) اپناتے تو یہ پسند فرماتے کہ اسے ہمیشہ جاری رکھیں' آپ نے کبھی صبح تک قیام نہیں فرمایا اور نہ ہی پورا قرآن کسی رات میں پڑھا اور نہ ہی رمضان کے علاوہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔ (الحدیث)

مسلم (جلد 2 - صفحہ 27) کے الفاظ یہ ہیں' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سعد کو فرمایا میرے بیٹے! جب بھی سرکار ﷺ کوئی نماز پڑھتے تھے تو چاہتے تھے کہ وہ ہمیشہ جاری رہے۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا یا درد (اور رات کو نماز نہ پڑھ سکتے) تو دن کو بارہ رکعت پڑھ لیتے' میرے علم میں نہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے سارا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو' اور نہ ہی پوری رات صبح تک نماز پڑھی اور نہ ہی رمضان کے بغیر پورا مہینہ روزے رکھے۔

مسلم (جلد 2 - صفحہ 29) کی ہی دوسری روایت ہے کہ میں نے کبھی آپ ﷺ کو صبح تک پوری رات قیام فرماتے نہیں دیکھا اور رمضان کے علاوہ پورا مہینہ لگاتار آپ ﷺ نے کبھی روزے نہیں رکھے۔

ابن ماجہ (جلد 1 صفحہ 328) میں ہے مجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے سارا قرآن صبح تک پڑھا ہو۔

بخاری (جلد 2 - صفحہ 220) وغیرہ نے بھی سیدہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے رمضان اور رمضان کے علاوہ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھی۔[105]

مندرجہ بالا سب احادیث سے ثابت ہوا کہ گیارہ رکعت سے زیادہ نوافل' پوری رات کا قیام اور رات اور دن میں ختم قرآن بدعت ہے۔

جواب

میں کہتا ہوں

1:- سید کل ﷺ سے ساری رات عبادت کے لئے جاگنا (احیاء) ثابت ہے۔ مسلم (2 صفحہ 70)' ابوداؤد (2 صفحہ 50) وغیرہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت لی ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رات بھر (عبادت کے لئے) جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے اور تہ بند کس کر باندھ لیتے (یعنی عبادت کے لئے خوب تیار ہو جاتے) امام نووی نے اس کا مفہوم ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ نماز

وغیرہ کے ذریعے ساری رات جاگتے۔ انتہٰی   علامہ ابن اثیر جزری[106] نے نہایہ غریب الحدیث (1- صفحہ 276) میں لکھا کہ احیاء اللیل کا مطلب رات میں عبادت کے لئے جاگنا اور نیند چھوڑنا ہے۔ انتہٰی

2 :- عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا (کتاب التفکر) ابن حبان (صحیح ابن حبان) اب مردویہ، اصبہانی (الترغیب و الترہیب) اور ابن عساکر (سب نے) عطاء سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا جو سب سے عجیب چیز آپ نے سید کل ﷺ کی دیکھی ہو مجھے بتائیں۔ آپ فرمانے لگیں بھلا آپ ﷺ کی کون سی کیفیت عجیب نہیں تھی آپ ﷺ ایک رات میرے پاس تشریف لائے میرے لحاف میں داخل ہوئے پھر فرمایا ذرا ٹھہریئے میں اپنے پروردگار کی عبادت کر لوں، آپ ﷺ اٹھے وضو فرما کر نماز شروع کی آپ ﷺ رونے لگے اس حد تک آنسو سینہ مبارک پر گرنے لگے پھر رکوع میں بھی روتے رہے پھر سجدے میں بھی روتے رہے، سجدے سے سر اٹھا کر پھر روتے رہے آپ ﷺ رات بھر اسی حال میں رہے یہاں تک کہ بلال نماز صبح کی اجازت لینے آ گئے۔ میں نے عرض کیا آقا (ﷺ) ! آپ ﷺ اتنا کیوں روئے جبکہ ماضی و مستقبل میں آپ معصوم ﷺ ہیں آپ کے ہاں تو گناہ کا گزر ہی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں، میں اس طرح کیوں نہ کروں آج رات ہی تو مجھ پر آیت نازل ہوئی ہے۔ لن فی خلق السموت والارض واختلاف اللیل والنہار لایات لاولی الالباب

(آل عمران - 190)

(ترجمہ) - یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ادل بدل ہونے میں عقل والوں کے لئے لاتعداد نشانیاں ہیں۔

ان احادیث سے پتہ چلا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جن احادیث میں رات کی بیداری کی نفی ہے وہ آپ ﷺ کے غالب اوقات کے بارے میں ہیں اسی طرح گیارہ رکعت سے زیادہ نوافل کی نفی کی بات ہے کہ غالب اوقات میں ایسا ہوتا تھا

ورنہ کئی روایات میں گیارہ سے بڑھ کر پندرہ رکعت (12 نفل 3 وتر) تک مذکور ہیں۔ نووی نے شرح مسلم (جلد 2 صفحہ 18) میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ بعض روایات میں جماعت کے سوا رمضان میں بیس رکعت کا ذکر بھی ہے۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے جس کا ذکر میں نے تحفتہ الاخیار (صفحہ 194) میں تائیدی اور اختلافی دلائل کے ساتھ کر دیا ہے۔[107]

2 :- اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سرکار ﷺ نے نہ تو پوری رات قیام فرمایا ہے اور نہ ہی پوری رات قرآن پڑھا اور نہ ہی گیارہ رکعت سے زائد نوافل پڑھے تو ہم کہتے ہیں کہ اسی کی طرح عبادت میں سختی بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ اس حد تک عبادت کہ پاؤں مبارک سوج گئے پھر ان مجاہدات پر بدعت کا اطلاق تو نہیں ہو سکے گا کیونکہ بدعت تو وہ ہے جس کی مثل عہد نبوی میں نہ ہو لیکن اس میں یہ شرط تو نہیں ہے کہ عبادت کی ہر جزی بھی آپ ﷺ سے منقول ہو۔

3 :- اگرچہ ایسے مجاہدات و ریاضات سید کل ﷺ سے منقول نہ بھی ہوں اور آپ ﷺ نے ایسے اعمال نہ بھی فرمائے ہوں اور ان کی وجہ امت پر شفقت ہو تو یہ بھی تو خیال رکھا جائے کہ یہ اعمال ان حضرات نے کئے ہیں جن کی سنت پر چلنے اور جن کے راستے پر چلنے کا سرکار ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ بدعت ہے؟ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں[108]

6 :- ابوداؤد کی روایت سے پہلے آ چکا ہے۔ (جلد 2 صفحہ 48) کہ نبی ﷺ نے طاقت کے مطابق عبادت کی اجازت دی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اتنا عمل کرو جتنی طاقت ہو کیونکہ جب تک تم ملول نہ ہو رحمت خداوندی متوجہ رہتی ہے۔ اللہ کریم کے ہاں وہ عمل محبوب ہے جو لگاتار رہے اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ جب بھی سرکار ﷺ کوئی عمل فرماتے تو اسے ہمیشہ جاری رکھتے۔ (مسلم 2 - صفحہ 74، 73)[109]

امام بخاری نے بھی سیدہ سے مرفوعاً روایت لی ہے جن اعمال کی طاقت ہو وہ کرو کیونکہ جب تم ملول ہوتے ہو تو رحمت خداوندی رک جاتی ہے۔ (2 - صفحہ 31)

ابونعیم نے حلیہ (9' صفحہ 27) میں عبدالرحمان بن مہدی کے ترجمہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آدمی وہی کام کرے جس کی طاقت ہو کیونکہ جب تک تم کبیدہ نہ ہو رحمت منہ نہیں موڑتی' قربت اختیار کرو اور عمل میں پختگی پیدا کرو' اس سلسلہ میں احادیث مشہور ہیں۔ مقصد ثانی میں انشاء اللہ کچھ اور بھی آجائیں گی۔

قول فیصل

جب حسب طاقت کبیدگی اور ملول سے پہلے تک عمل کرنے کا جواز مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں لوگوں میں طاقت الگ الگ ہوتی ہے کئی چیزیں ہیں جو ایک کر سکتا ہے اور دوسرا نہیں' ایک شخص کام سے کبیدہ ہو جاتا ہے اور دوسرا نہیں' ایک آدمی قرات جلدی پڑھ سکتا ہے اور دوسرا نہیں۔

عظماء کی عظمتیں

کیا آپ نے نہیں سنا کہ سید ابوبکر بن احمد بن ابوبکر متوفی 1050 ھ نے احیاء العلوم دس دنوں میں پڑھ ڈالی اور بسا اوقات وہ بہت بڑی جلد سے مطالعہ کرتے رات دن میں ختم کر دیتے تھے۔ علامہ مجد الدین شیرازی قاموس اور سفر السعادۃ کے مصنف نے تین دنوں میں صحیح مسلم پڑھ لی' علامہ قسطلانی نے پانچ سے کچھ زائد نشستوں میں بخاری پڑھ ڈالی۔ حافظ ابوبکر خطیب نے صحیح بخاری تین مجلسوں میں پڑھی' حافظ ابن حجر نے سنن ابی داؤد چار مجلسوں میں پڑھ دی صحیح مسلم اور نسائی کبیر دس مجلسوں میں ختم کر دیں ہر مجلس قریباً چار ساعتوں پر مشتمل تھی۔ ظہر وعصر کے درمیان صرف ایک محفل میں معجم الطبرانی صغیر پڑھ لی۔ یہ سب واقعات "خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر" میں محمد بن فضل اللہ محبی نے نقل کئے ہیں۔

(جلد 1 - صفحہ 73' 72) محبی نے کئی اور واقعات بھی لکھے ہیں "تاریخ الخطیب" میں ہے کہ اسماعیل بن احمد نیشا پوری نے تین نشستوں میں بخاری ختم کر لی مغرب کے بعد شروع کرتے اور فجر کے وقت ختم کر کے پھر چاشت سے مغرب تک اور تیسری محفل مغرب سے فجر تک ہوتی۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مغرب کے حافظ عبدوسی نے استسقاء کے دنوں میں صرف ایک دن میں پڑھ دی تھی (عبدالفتاح)[110]۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی نے اپنے بارے الیواقیت والجواہر (جلد 2 صفحہ 18) میں لکھا ہے کہ انہوں نے فتوحات کی ضخیم دس جلدیں ایک دن میں دو دفعہ پڑھ لیں' یافعی نے ایک عبادت گزار کا ذکر کیا ہے جنہوں نے قرآن اتنی دیر میں پڑھ دیا جتنی دیر خطیب جمعہ کا خطبہ دیتا ہے۔ ایسی باتیں ان حضرات سے مخفی نہیں جو کتابوں میں لوگوں کے احوال پڑھتے رہتے ہیں لیکن لوگوں کی غالب تعداد ایسا نہیں کرتی۔

اعلام الاخیار میں علامہ کفوی نے فتاویٰ طرسوسیہ کے مصنف ابراہیم بن علی کے والد قاضی القضاۃ نور الدین[111]۔ علی بن احمد طرسوسی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ بہت کم وقت میں قرآن ختم کر لیتے تھے۔ حتی کہ انہوں نے بڑے بڑے لوگوں کی موجودگی میں نماز تراویح میں پورا قرآن تقریباً پونے چار گھنٹے میں ختم کر لیا۔ کفوی کے علاوہ عبدالقادر قرشی نے بھی یہ لکھا ہے۔ مصنف

اصل بات یہ ہے

ان سب معاملات میں اصل بات یہ ہے کہ اللہ کریم نے انسانی جان کو ذوق وشوق دے کر پیدا فرمایا ہے۔ یہ جان ملائکہ کی جانوں سے مشابہت رکھتی ہے جو سدا عبادت میں رہتے ہیں اگر کسی بھی شے سے نفس انسانی کو لذت حاصل ہوتی ہے تو اسے کثرت سے کرنے سے اسے ہرگز ملال نہیں ہوتا لیکن اگر کسی میں ایسی لذت نہیں ہے تو کثرت عبادت سے اسے ملال ہوتا ہے۔

امت محمدیہ کے یہ علماء ہیں جن کی تصانیف کی دھوم پڑی ہوئی ہے۔ ذہبی'

ابن حجر، سیوطی، اور ان جیسے اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنی عمر کا ایک لحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیا صرف مطالعہ اور تصنیف میں ہی مصروف رہے اور انہیں اس سے کبیدگی اور ملال نہیں ہوا، یافعی نے بیان کیا ہے کہ وہ کتابوں کے مطالعہ کے لئے کئی راتیں صبح تک جاگتے رہے اور ملال ان کے قریب نہیں پھٹکا۔

اس بندہ ضعیف، ان اوراق کے جامع (علامہ عبدالحی) کو مطالعہ و تصنیف کی لذت عطا ہوئی۔ میں چند گھنٹوں میں بڑی ضخیم جلدوں کا مطالعہ کر لیتا ہوں اور بعض راتوں میں مغرب کی نماز کے بعد تصنیف کے لئے آدھی رات تک نماز عشاء کے وقفہ کو چھوڑ کر بیٹھا رہتا ہوں ملال کبھی نہیں ہوتا۔ الحمد للہ علی ذلک[112]۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جانیں طاقت میں مختلف ہوتی ہیں جو زیادہ عبادت، قرات اور قیام لیل وغیرہ کی ملال و کبیدگی کے بغیر طاقت رکھتا ہے اس کے لئے سابقہ احادیث کی روشنی میں یہ سب جائز ہے۔ جسے ملال و خلل ہو وہ چھوڑ دے ہاں یہ حکم لگا دینا کہ مطلقاً سرکار ﷺ کے اعمال شریفہ پر زیادتی جائز نہیں ہے تو یہ سخت غلطی ہے۔

ایک سوال

اگر آپ کہیں کہ حضور ﷺ سب لوگوں سے افضل تھے اور آپ ﷺ کی جان پاک سب جانوں سے بڑھ کر کامل تھی اور آپ ﷺ وہ کچھ کر سکتے تھے جو اور کوئی نہیں کر سکتا جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں تم میں سے کون وہ کر سکتا ہے جو حضور ﷺ کر سکتے ہیں (ابوداؤد جلد 2 صفحہ 48) ان سب باتوں کے باوجود آپ ﷺ نے ان لوگوں کی طرح ریاضت و مجاہدہ نہیں فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے ہاں یہ بات پسندیدہ نہ تھی۔

جواب

یہ تسلیم کہ سید کل ﷺ میں وہ قوت تھی جو لوگوں میں نہیں ہے لیکن

آپ ﷺ لوگوں پر شفقت اور متبعین پر رحمت کی وجہ سے کثرت عبادات نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ اس طرح آپ ﷺ کی اتباع ان کے لئے مشکل ہو جاتی وہ حرج میں مبتلا ہو جاتے۔ اس کی دلیل سیدہ عائشہ رضی اللہ کا قول ہے۔ سید العالمین ﷺ ایک عمل کرنا پسند فرماتے تھے مگر پھر اسے چھوڑ دیتے کہ آپ ﷺ کی اتباع میں لوگ اس پر عمل کرنے لگ جائیں گے اور وہ ان پر فرض ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو بخاری (جلد 2 - صفحہ 9) ابوداؤد (جلد 2 صفحہ 942) وغیرہ۔

آپ ﷺ نے کچھ راتیں جماعت سے نماز تراویح پڑھا کر پھر جماعت سے پڑھانا چھوڑ دی یہی خوف تھا کہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔ بخاری (جلد 2 صفحہ 9) وغیرہ مسلم (جلد 2 صفحہ 220) ابوداؤد (جلد 2 - صفحہ 67) میں یہ حدیث موجود ہے۔

ابوداؤد (جلد 1، صفحہ 11) وغیرہ (ابن ماجہ جلد 1 صفحہ 118) نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت لی ہے کہ سید کل ﷺ نے پیشاب مبارک فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانی کا کوزہ لے کر پیچھے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ (پیشاب سے فارغ ہو کر) نے پوچھا عمر! یہ کیا ہے انہوں نے عرض کیا آپ ﷺ کے وضو کے لئے پانی ہے۔ ارشاد ہوا مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ جب پیشاب کروں تو ساتھ ہی وضو کروں اگر میں ایسا کرتا تو پھر یہ سنت بن جاتی۔

ایسی ہی اور بہت سی مثالیں ہیں۔

مقصد ثانی

اس مقصد میں ان مجاہدات پر آنے والے اعتراضات و شبہات کا جواب ہو گا اور چند شرطوں کے تحت عطا کی ان عبارات کا ذکر ہو گا جن میں اس تشدد کا جواز پایا جاتا ہے۔

1:- آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کچھ احادیث میں عبادت پر تشدد و زیادتی سے روکا گیا ہے اس سے کچھ حضرات کو یہ گمان گزرا کہ زیادہ عبادت مطلقاً ممنوع ہے۔ انہوں نے نہی کے مقام و مورد اور عدم نہی کے مقام و محل پر غور نہیں فرمایا ہم

ایسی احادیث کی اسناد' ان کے مالہ اور ما علیہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

ان میں ایک حدیث تو حولاء اسدیہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ امام مسلم (2 صفحہ 83) نے یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل فرمائی ہے' حولاء بنت تویت بن حبیب بن اسد بن عبدالعزیٰ اس وقت ان کے پاس سے گزری جب رحمت عالم ان کے پاس تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کی یہ تویت کی بیٹی حولاء ہے لوگ کہتے ہیں یہ رات بھر عبادت کرتی ہے سوتی نہیں (یہ سن کر سرکار ﷺ نے فرمایا کیا یہ رات بھر سوتی نہیں ہے؟ اتنے عمل کرو جن کی استطاعت ہو قسم بخدا رحمت خداوندی تم سے منہ نہیں موڑتی جب تک تم ملول اور کبیدہ نہ ہو۔"

دوسری روایت (ایضاً جلد 2 صفحہ 37) بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں مروی ہے کہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میرے پاس ایک خاتون تھیں فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یہ ایک خاتون ہیں جو سوتی نہیں ہیں اور نماز پڑھتی رہتی ہیں فرمایا ایسے اعمال کرو جن کی طاقت ہو قسم بخدا تمہارے کبیدہ خاطر ہونے پر رحمت کا رخ بدل جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے نزدیک وہی دین (عمل) پسندیدہ تھا جس پر عمل دائما" جاری رہتا' ابو اسامہ کی حدیث میں ہے کہ یہ خاتون اسدی تھیں۔

امام بخاری (جلد 2 صفحہ 31) نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی روایت لی ہے کہ میرے پاس بنی اسد کی ایک خاتون تھیں' حضور ﷺ تشریف لائے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں صاحبہ ہیں جو رات بھر سوتی نہیں ہیں ان کی نماز کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ٹھہریئے' وہ کرو جس کی طاقت ہو جب تم کبیدہ ہوتے ہو تو انداز رحمت بدل جاتا ہے۔ بہترین عمل وہ ہوتا ہے جس پر دوام ہو۔[113]

2 :- دوسری حدیث حضرت زینب والی ہے۔ امام مسلم (جلد 2 صفحہ 72) نے اسے حضرت انس ؓ سے روایت کیا ہے کہ رحمت عالم مسجد میں تشریف لائے تو دو ستونوں کے درمیان رسی تنی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے' لوگوں نے

عرض کیا' زینب نماز پڑھتی رہتی ہیں جب ست ہوتی ہیں یا رک جاتی ہیں تو اسے تھام لیتی ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کھول دو' نماز اس وقت تک جاری رکھو جب تک فرحت و انبساط ہو' جب سستی یا فتور آئے تو بیٹھ جاؤ۔

نسائی (جلد 2 صفحہ 218) کے الفاظ یوں ہیں حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دو ستونوں کے درمیان بندھی رسی کو دیکھ کر فرمایا یہ رسی کس لئے ہے؟ لوگوں نے عرض کیا زینب نماز پڑھتی ہیں جب رکتی ہیں تو اس سے معلق ہو جاتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے کھول دو نمازی سرور و نشاط تک نماز پڑھے جب رکاوٹ و فتور آ جائے تو بیٹھ جائے۔

ابوداؤد (جلد 2 - صفحہ 33) نے یوں روایت لی ہے کہ نبی مکرم ﷺ تشریف لائے تو مسجد کے دو ستونوں کے درمیان رسی بندھی پائی۔ فرمایا یہ رسی کس لئے ہے لوگوں نے عرض کیا زینب نماز پڑھتی ہیں جب ست ہو جائیں یا رکاوٹ محسوس کریں تو اس کا سہارا لے لیتی ہیں' فرمایا کھول دو جب تک فرحت و سرور ہو نماز پڑھو جب سستی یا فتور ہو تو بیٹھ جایا کرو۔

ابوداؤد (2 - صفحہ 6) کی دوسری روایت میں ہے جو انہوں نے ہارون بن عباد ؓ سے روایت کی ہے۔ سرکار ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حمنہ بن جحش نماز پڑھتی رہتی ہیں تھک جائیں تو اس سے معلق ہو جاتی ہیں فرمایا وہ طاقت کے مطابق نماز پڑھے تھک جائے تو بیٹھ جایا کرے۔

ظاہری بات ہے کہ راوی نے وہم سے حمنہ نام لیا ہے صحیح نام زینب ہے تاکہ سب روایات میں مطابقت ہو جائے۔

فائدہ :- یہ نماز معکوس[114] کے باطل ہونے کی دلیل ہے کیونکہ رات میں قیام کے دوران سستی آ جائے تو رسی پکڑنے سے روک دیا گیا ہے تو نماز معکوس بطریق اولیٰ ممنوع ہو گی۔ کیونکہ وہ قواعد و شرح کے منافی و مخالف ہے۔ سنن ابی داؤد کے حاشیہ پر حضرت مولانا حسن علی ہاشمی محدث لکھنوی نے اسی طرح لکھا ہے یہ حاشیہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور جب پڑھا تو اس کی خود تصحیح فرمائی۔

3 :- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے امام بخاری نے کتاب الصوم، احادیث الانبیاء اور قیام اللیل (جلد 2 صفحہ 32، جلد 2 صفحہ 192، جلد 2 صفحہ 327، جلد 2 صفحہ 440) ان سے حدیث روایت کی ہے کہ مجھے سید کل ﷺ نے فرمایا، مجھے بتایا گیا ہے کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن کو روزے رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی جی حضور ﷺ! میں اسی طرح کرتا ہوں فرمایا ایسا کرو گے تو آنکھیں دھنس جائیں گی اور جی تھک جائے گا، تیری جان کا بھی حق ہے، تیرے گھر والوں کا بھی حق ہے، روزہ رکھو اور افطار بھی کرو (کچھ دن نہ رکھو) رات کا قیام بھی کرو اور سویا بھی کرو (قیام اللیل کے باب میں بخاری کے یہی الفاظ ہیں)

امام مسلم نے کتاب الصوم (جلد 2 صفحہ 39) میں حضرت عبداللہ سے ہی یوں روایت لی ہے کہ امام الانبیاء ﷺ کو عرض کیا گیا کہ میں (عبداللہ) نے کہا ہے کہ میں زندگی بھر پوری رات قیام کیا کروں گا اور پورا دن روزہ رکھوں گا۔ رسول اقدس ﷺ نے پوچھا کیا تم نے یہ بات کہی ہے؟ میں نے عرض کی جی یا رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ایسا نہیں کر سکو گے (اس طرح کرو کہ) روزہ بھی رکھو اور چھوڑ بھی دو، سوؤ بھی اور قیام بھی کرو، مہینے میں تین روزے رکھو کیونکہ ہر نیکی دس گنا ہے (یہ پورا مہینہ بن جائے گا) تو یہ ایسا ہی ہو گا گویا تم نے سارا زمانہ روزہ رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا مجھ میں اس سے زیادہ کی قوت ہے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا ایک دن روزہ رکھو دو دن نہ رکھو، میں نے عرض کیا مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا پھر ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو یہ داؤد علیہ السلام کا طریقہ ہے اور روزوں میں یہ سب سے عادلانہ انداز ہے، میں نے پھر عرض کی مجھ میں اس سے بڑھ کر طاقت ہے، سرکار ﷺ نے فرمایا اس سے بڑھ کر طاقت نہیں ہے۔ عبداللہ بن عمرو نے فرمایا اگر میں ہر ماہ میں تین روزوں والی حضور ﷺ کی ارشاد فرمودہ بات تک کفایت کر لیتا تو مجھے یہ ارشاد اہل، مال اور اولاد[115] سے بڑھ کر محبوب ہوتا[116]۔

آپ سے مسلم (جلد 2 صفحہ 42) میں ان الفاظ میں روایت ہے کہ میں سدا

روزہ رکھتا تھا اور پوری رات قرآن پڑھتا تھا یا تو میرا ذکر محفل نبوی میں ہوا یا پھر آپ ﷺ نے مجھے پیغام دے کر خود بلایا جب میں حاضر خدمت ہوا تو ارشاد فرمایا مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں اور پوری رات قرآن پڑھتے ہیں کیا یہ اطلاع درست ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ٹھیک ہے مگر میرا ارادہ تو نیکی کا حصول ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ ہر ماہ میں تین روزے رکھ لو، میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے ملاقاتی کا بھی تم پر حق ہے تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تم اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام والے روزے رکھ لو وہ سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! داؤد علیہ السلام کس طرح روزے رکھتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے۔ مزید فرمایا مہینے میں ایک قرآن ختم کر لیا کرو، میں نے عرض کیا اے خدا کے نبی ﷺ! میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں، فرمایا بیس دنوں میں ختم کر لو، میں نے عرض کیا مجھ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت ہے فرمایا دس دنوں میں پڑھ لو، میں نے پھر عرض کیا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، ارشاد ہوا سات دنوں میں پڑھ لو اور آگے نہ بڑھو کیونکہ تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، ملاقاتی کا بھی حق ہے اور جسم کا بھی حق ہے۔

عبداللہ نے بتایا کہ میں نے (اپنے اوپر) خود سختی کی تو مجھ پر سختی کر دی گئی پھر کہنے لگے مجھے نبی ﷺ نے فرمایا تجھے تو پتہ نہیں شاید تیری عمر لمبی ہو، پھر میرے ساتھ وہی بات ہوئی جو آپ ﷺ نے فرمائی تھی، جب بڑھاپا آ گیا تو مجھے خواہش ہوئی کاش جو چھوٹ مجھے سرکار دے رہے تھے میں قبول کر لیتا۔

مسلم (جلد 2 صفحہ 46) میں روایت آپ سے یوں بھی منقول ہے۔ سرکار ﷺ کو اطلاع ملی کہ میں لگاتار روزے رکھتا ہوں اور پوری رات نماز پڑھتا ہوں یا تو مجھے پیغام طلبی ملا یا ویسے ہی ملاقات ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا مجھے تمہارے

بارے میں یہ اطلاع نہیں ملی کہ تم مسلسل روزے رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو ایسا نہ کرو کہ تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے، جان کا بھی حق ہے، گھر والوں کا بھی حق ہے، روزہ رکھو پھر چھوڑ بھی دو، نماز پڑھو پھر سو بھی جاؤ، ہر دس دنوں میں ایک روزہ رکھو باقی 9 دن ثواب میں آ جائیں گے۔ میں نے عرض کیا سرکار ﷺ! میں اپنے آپ کو اس سے زیادہ قوی پاتا ہوں، فرمایا پھر داؤد علیہ السلام والے روزے رکھا کرو میں نے عرض کیا حضور ﷺ! ان کے روزہ کس طرح تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن چھوڑ دیتے اور دشمن کے مقابلہ سے بھاگتے نہیں تھے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ میرے لئے کیسے ہو[117]

مسلم (جلد 2 - صفحہ 48) میں آپ سے روایت کے الفاظ یوں ہیں۔ مجھے سرکار ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ! تم سدا روزے رکھتے ہو اور رات پوری قیام کرتے ہو اگر ایسا کرو گے آنکھیں دھنس جائیں گی اور کمزور ہو جائیں گی، جو سدا روزہ دار رہا وہ روزہ دار نہیں ہے۔ ہر مہینے تین روزے رکھنا گویا پورے مہینے کے روزے رکھنا ہے، میں نے عرض کیا مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے، فرمایا پھر داؤد (علیہ السلام) والے روزے رکھ لو وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے جب دشمن کے مقابلے میں ہوتے تو پشت نہیں پھیرتے تھے۔

امام مسلم نے (جلد 2 صفحہ 46) آپ سے یہ روایت بھی لی ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم رات کو سدا قیام کرتے ہو اور سدا روزہ دار رہتے ہو، میں نے عرض کیا میں ایسا ہی کرتا ہوں، فرمایا ایسا کرو گے تو آنکھیں دھنس جائیں گی، جان کمزور ہو جائے گی، تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے تمہاری جان کا بھی حق ہے، تمہارے گھر والوں کا بھی حق ہے، قیام بھی کرو اور سوؤ بھی، روزہ رکھو اور چھوڑو بھی۔

مسلم (جلد 2 - صفحہ 47) پر بھی یہ روایت یوں ہے کہ مجھے سرکار ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم دن کو ہمیشہ روزہ

دار رہتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو، تو ایسا نہ کر، تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، روزہ رکھو پھر چھوڑ بھی دیا کرو، ہر مہینے تین روزے رکھو یہ پورے زمانے کے روزے بن جائیں گے، میں نے عرض کیا حضور ﷺ مجھ میں قوت ہے، فرمایا پھر داؤد (علیہ السلام) والے روزے رکھو ایک دن روزہ رکھو دوسرے دن نہ رکھو، حضرت عبداللہ پھر (بڑھاپے میں) کہا کرتے کاش میں نے یہ چھوٹ قبول کر لی ہوتی۔

ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء (جلد 1 صفحہ 283) میں حضرت عبداللہ سے یوں روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں میرے بارے میں عرض کیا گیا کہ میں کہتا ہوں جب تک زندہ رہوں گا لازماً دن کو روزہ رکھوں گا اور لازماً رات کو قیام کیا کروں گا۔ مجھے سرکار ﷺ نے فرمایا کیا تم ہی وہ ہو جو کہتے ہو کہ میں زندگی بھر ضرور دن کو روزہ رکھوں گا اور زندگی بھر رات کو قیام کروں گا؟ میں نے عرض کی آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں میں نے ایسا کہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تم میں اس کی سکت و طاقت نہیں ہے۔

انہوں نے (جلد 1، صفحہ 284) آپ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ میرے گھر سرکار ﷺ تشریف لائے، فرمایا مجھے بتایا گیا ہے کہ تم رات کے قیام اور دن کے روزے کی تکلیف اٹھا رہے ہو، فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ایسا کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ ہر ماہ تین روزے رکھ لو، اس کا مطلب پورے زمانے کے روزے ہوں گے، میں نے سختی اپنائی تو مجھ پر سختی کی گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے آپ کو اس سے زیادہ قوی پاتا ہوں (تین سے زیادہ روزے رکھ سکتا ہوں۔ مترجم) آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے عادلانہ روزے داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، عبداللہ نے کہا اب مجھے بڑھاپے اور ضعف نے آ لیا ہے میرا مال اور گھر والے مٹی میں جائیں میں نے کیوں نبی کریم ﷺ کی رخصت قبول نہ کی اور تین دن ہر ماہ میں روزے کیوں نہ مانے؟

ابو نعیم نے ہی (جلد 1، صفحہ 284) آپ سے یہ روایت بھی لی ہے کہ سرکار ﷺ نے پوچھا کہ تم دن کو سدا روزہ رکھتے ہو اور چھوڑتے نہیں اور رات کو نماز پڑھتے ہو سوتے نہیں، فرمایا تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ ہر جمعہ (ہفتہ) میں دو روزے رکھ لیا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے اندر اس سے زیادہ طاقت پاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر داؤد علیہ السلام والے روزے رکھ لو وہ سب سے عادلانہ روزے ہیں یعنی ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے اندر اس سے زیادہ قوت پاتا ہوں، فرمایا شاید تم عمر رسیدہ ہو کر کمزور ہو جاؤ (پھر ایسا نہ کر سکو)

ابو نعیم نے یہ حدیث کئی اور اسناد سے بھی روایت کی ہے، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اسے کئی سندوں سے روایت کیا ہے۔ ان اسناد کے الفاظ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ میں نے اختصار اور اقتصار (محدود کرنے کے لئے) یہ روایات ہی کافی سمجھی ہیں۔[118]

4 :- چوتھی حدیث حضرت ابوالدرداء کی ہے۔ ابو نعیم نے حلیہ (1 - صفحہ 188) میں ان سے روایت کی ہے کہ حضرت سلمان فارسی ؓ ان کے گھر آئے تو ان کی بیوی کو میلے کچیلے کپڑوں میں پراگندہ حال پایا تو ان سے پوچھا، آپ اس حال میں کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے بھائی (ابو الدرداء) کو خواتین کی ضرورت نہیں ہے، وہ سارا دن روزہ رکھتے اور ساری رات قیام کرتے ہیں۔ وہ ابوالدرداء کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا گھر والوں کا بھی آپ پر حق ہے نماز بھی پڑھیں اور سوئیں بھی، روزہ بھی رکھیں اور افطار بھی کریں، یہ بات سرکار ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا سلمان کو علم عطا ہوا ہے۔

ابو نعیم (جلد 1، صفحہ 188) نے ہی یہ روایت ابو جحیفہ ؓ سے لی ہے کہ سلمان ؓ ابوالدرداء ؓ سے ملنے آئے تو انہوں نے ان کی بیوی ام الدرداء کو پراگندہ حال دیکھ کر فرمایا کیا بات ہے؟ انہوں نے جواباً کہا آپ کے بھائی کو دنیا کی کسی شئی کی ضرورت نہیں ہے، رات کو قیام کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں،

جب ابو الدردا آئے تو سلمان کو انہوں نے مرحبا کہا اور کھانا ان کے سامنے رکھا۔[119] حضرت سلمان ے کہا آپ بھی کھائیں، ابوالدرداء بولے میں تو روزہ دار ہوں، سلمان نے کہا میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ آپ کھائیں، جب تک آپ نہیں کھائیں گے میں نہیں کھاؤں گا، انہوں نے پھر سلمان کے ساتھ کھانا کھایا۔[120] سلمان نے رات بھی وہیں گزاری، جب رات ہوئی تو ابوالدرداء نوافل کے لئے کھڑے ہوئے، حضرت سلمان نے انہیں روک لیا اور کہا اے ابوالدرداء آپ کے رب کریم کا بھی آپ پر حق ہے اور گھر والوں کا بھی آپ پر حق ہے اور جسم کا بھی آپ پر حق ہے۔ ہر حق دار کو اس کا حق دیجئے، روزہ بھی رکھیں اور اسے چھوڑ بھی دیں، قیام بھی کریں اور سوئیں بھی اور اپنے گھر والوں کے پاس بھی آئیں۔ (بخاری (جلد 2 صفحہ 182) اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

5 :- ان صحابہ والی حدیث ہے جنہوں نے حضور ﷺ کے اعمال قدسیہ کے بارے میں پوچھا تھا۔ یہ حدیث بخاری (جلد 2 صفحہ 90) الفاظ انہی کے ہیں۔ مسلم (جلد 2، صفحہ 175) وغیرہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی ہے کہ تین حضرات (سعید بن مسیب سے عمدۃ القاری میں روایت ہے کہ یہ سیدنا حیدر، عبداللہ بن عمرو بن عاص اور عثمان بن مظعون تھے۔ عبدالفتاح) ازواج مطہرات کے گھروں میں آئے اور سرکار ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھا جب انہیں بتایا گیا تو ان کے خیال میں یہ عبادت کم تھی۔ کہنے لگے ہم اپنے آپ کو تو حضور ﷺ پر قیاس نہیں کر سکتے وہ معصوم ہیں وہاں تو نہ ماضی میں گناہ کا گزر تھا نہ مستقبل میں ہو گا۔[121] اب ایک صاحب نے کہا میں تو ساری رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے بولے میں سدا روزے رکھوں گا، تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی بھی شادی نہیں کروں گا۔ سید کل ﷺ تشریف لائے اور فرمایا، تم نے ایسا اور ایسا کہا ہے سنو قسم بخدا میں تم سب سے بڑھ کر اللہ کریم سے خوف کھانے والا اور سب سے بڑھ کر پرہیزگار ہوں لیکن میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں اور روزے چھوڑ بھی دیتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں جو میری سنت سے منہ موڑے گا وہ میرا نہیں[122]۔ نسائی (جلد 6 -

صفحہ 60) میں ہے کہ کسی نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔

امام بخاری،[123]۔ امام مسلم اور امام احمد نے حضرت انس ؓ سے روایت لی ہے کہ سرکار ﷺ کے صحابہ سے کچھ حضرات نے ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کے ان اعمال کے بارے میں پوچھا جو آپ ﷺ تنہائی میں گھر میں کرتے تھے' (آپ ﷺ کے اعمال سن کر) ایک صاحب بولے میں شادی نہیں کروں گا' ایک نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا' ایک نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا' ایک نے کہا میں سدا روزہ رکھوں گا کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا' اللہ کریم کی حمد و ثنا فرما کر ارشاد ہوا ان لوگوں کی کیا کیفیت ہے کہ ایسا ایسا کہتے ہیں' میں تو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں روزہ بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں' عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں جو میری سنت سے منہ موڑتا ہے وہ میرا نہیں ہے۔

6:- ایک اور حدیث حضرت عثمان بن مظعون اور سیدنا علی بن ابی طالب وغیرہ کی ہے۔[124]۔ نے ابومالک سے اس آیت کے بارے میں یاایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم (اے ایماندارو! تم وہ چیز حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرما دی ہے۔ المائدہ' 87) شان نزول بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عثمان بن مظعون اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہوں نے بہت سی خواہشات اور خواتین کو اپنے لئے حرام قرار دے دیا تھا اور کچھ نے تو اپنے آلہ تناسل کو کاٹ دینے کا بھی ارادہ کر لیا تھا۔

ابن جریر نے (جلد 7' صفحہ 7) عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ سرکار ﷺ کے کچھ صحابہ نے اپنے آپ کو خصی کرنے' گوشت اور عورتوں کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یاایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (اے ایماندارو! تم وہ چیزیں حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرما دی ہیں' اور زیادتی نہ کرو اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔ المائدہ 87)

عبد بن حمید' ابن جریر (جلد 7' صفحہ 7) اور ابن المنذر نے عکرمہ سے انہوں

نے عثمان بن مظعون ؓ سے روایت کیا کہ ہمارے گروہ میں سے ایک نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا' ایک صاحب بولے میں بستر پر نہیں سوؤں گا ایک اور گویا ہوئے میں عورتوں سے شادی نہیں کروں گا ایک اور نے فرمایا میں سدا روزہ دار رہوں گا افطاری نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔

ابن جریر (جلد 7 صفحہ 5) عبدالرزاق اور ابن منذر نے ابو قلابہ سے روایت لی ہے کہ سرکار ﷺ کے صحابہ میں سے کچھ حضرات نے ارادہ کیا کہ دنیا ترک کر دیں عورتوں کو چھوڑ دیں اور راہب بن جائیں' سرکار ﷺ خطاب کے لئے اٹھے اور سخت باتیں ارشاد فرما کر پھر ارشاد فرمایا شدت پسندیوں سے ہی تو پہلے لوگ ہلاک ہوئے' انہوں نے خود اپنی جانوں پر سختیاں کیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی سختی فرما دی اب مختلف دیروں اور گرجاؤں میں ان کے بچے کھچے لوگ پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' حج کرو' عمرہ کرو تم سیدھے رہو اللہ تعالیٰ کا سلوک بھی ٹھیک رہے گا۔ پھر ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم

عبدالرزاق اور ابن جریر (جلد 7 صفحہ 7) نے اللہ کریم کے اس ارشاد لا تحرموا کے بارے میں حضرت قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ سرکار ﷺ کے کچھ صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ترک دنیا کا ارادہ کر لیا اور عورتوں کو چھوڑ دینا چاہا تاکہ زہد و ورع اختیار کر لیں۔ ان میں حضرت حیدر کرار اور حضرت عثمان بن مظعون بھی شامل تھے۔

ابن جریر (جلد 7' صفحہ 7) نے عدی سے روایت لی ہے کہ ایک دن سرکار ﷺ بیٹھ کر لوگوں کو وعظ و تذکیر فرما رہے پھر کھڑے ہوئے تو بھی خوف کی باتیں ہی ارشاد فرمائیں۔ حضور ﷺ کے کچھ صحابہ جن کی تعداد دس تھی ان میں حضرت علی اور حضرت عثمان بن مظعون بھی تھے' کہنے لگے کہ نصاریٰ نے بھی کچھ چیزیں اپنے اوپر حرام کیں تمہیں ہم بھی گوشت اور چربی کھانے کو حرام کر دیتے ہیں کچھ نے کہا ہمارے لئے نیند حرام ہے کچھ کہنے لگے ہمارے لئے عورتیں حرام ہیں۔ حضرت عثمان

بھی عورتیں حرام کرنے والوں میں شامل تھے وہ اپنی بیوی کے پاس نہ جاتے۔ وہ حضرت عائشہ کے پاس آئیں اور مائی صاحبہ نے ان سے پوچھا کیا بات ہے آپ کا رنگ بدلا ہوا ہے نہ کنگھی کی ہوئی اور نہ ہی خوشبو لگائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا مجھے کنگھی اور خوشبو کی کیا ضرورت ہے اتنا اتنا عرصہ ہو گیا ہے میرے خاوند نہ میرے پاس آئے ہیں اور نہ ہی میرا کپڑا ہٹایا ہے خواتین ان کا یہ فقرہ سن کر ہنسنے لگیں۔ اچانک سرکار ﷺ تشریف لائے پوچھا کس بات کی ہنسی ہے؟ انہوں نے[125] عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ خولاء ہیں میں نے ان سے ان کا حال پوچھا ہے تو یہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند نے اتنے اتنے عرصے سے میرا کپڑا نہیں ہٹایا' حضور ﷺ نے ان کے خاوند کو بلا کر پوچھا عثمان کیا بات ہے؟ میں نے یہ کام صرف عبادت کے لئے وقت حاصل کرنے کی خاطر چھوڑ رکھے ہیں اور ساری بات بتا دی' عثمان کا تو یہ پروگرام تھا کہ وہ اپنا آلہ تناسل کاٹ کر خصی ہو جائیں گے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ واپس پلٹو اپنی بیوی کے پاس جاؤ' انہوں نے عرض کیا حضور ﷺ! میرا روزہ ہے' آپ ﷺ نے فرمایا روزہ توڑ دو اور بیوی کے پاس جاؤ' انہوں نے روزہ توڑ دیا اور بیوی کے پاس گئے۔ اب (کچھ وقت کے بعد) جب خولاء حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو سرمہ لگا ہوا تھا' کنگھی کی ہوئی تھی اور خوشبو لگائی ہوئی تھی' حضرت سیدہ ہنس پڑیں اور فرمایا کیا حال ہے؟ وہ بولیں وہ کل آئے تھے۔

سید کل ﷺ نے فرمایا کچھ لوگوں کا کیا حال ہے جو عورتوں' کھانے اور نیند کو حرام قرار دیتے ہیں' سنو سنو! میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں' میں روزہ نہیں بھی رکھتا اور رکھتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں' جو میری سنت سے منہ موڑے گا وہ میرا نہیں' پھر اللہ کریم کا یہ ارشاد نازل ہوا لاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم

ابن جریر (جلد 7 صفحہ 8) ابن المنذر اور ابوالشیخ نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ عثمان بن مظعون' علی بن ابی طالب' عبداللہ بن مسعود' مقداد بن اسود

اور سالم مولی حذیفہ (رضی اللہ عنہ اجمعین) دنیا سے کٹ گئے' گھروں میں بیٹھ گئے' عورتوں سے الگ تھلگ ہو گئے' اچھا کھانا اور لباس اپنے لئے حرام قرار دے دیا اور اپنے آپ کو خصی کرنے کا پروگرام بنا لیا۔ اس بات پر اتفاق کر لیا کہ رات بھر قیام کریں گے اور دن بھر روزہ رکھیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم سید کل ﷺ نے انہیں پیغام بھیج کر بلوایا اور فرمایا یقیناً تمہاری جانوں کا بھی حق ہے۔ تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے گھر والوں کا بھی حق ہے لہٰذا نماز بھی پڑھو اور سو بھی جاؤ' روزہ بھی رکھو مگر کچھ دن افطار بھی کرو' جو ہماری سنت چھوڑتا ہے وہ ہمارا نہیں۔[126]

یہ اور ان جیسی اور احادیث بلند آواز سے پکار رہی ہیں کہ عبادت گزاری میں تشدد اور طاعت میں انتہائی مجاہدہ شریعت میں ممنوع ہے۔ یہ ملت بیضا و سہل درست رو کا انداز نہیں ہے۔

یہ حضرات جنہوں نے عبادت میں جد و مشقت کی ہے انہوں نے اس بات کا ارتکاب کیا ہے جس سے سید کل ﷺ نے منع فرمایا ہے لہٰذا ان کے عمل کا کوئی اعتبار نہیں ہے' حق بات تو وہی ہے جو حضور ﷺ نے فرمائی ہے۔

ان روایات کا جواب

آپ حضرت خولاء والی حدیث لیں' نبی کریم ﷺ نے انہیں زیادہ نماز پڑھنے سے نہیں روکا بلکہ طاقت کے مطابق عمل کرنے کی اجازت فرمائی ہے۔ ہاں جب عامل اکتا جائے تو عمل چھوڑ دے۔ اب رہی بات حضرت زینب والی حدیث کی تو اس میں وضاحت ہے کہ نماز سے ملول اور کبیدہ ہو جاتی تھیں اور بندھی ہوئی رسی کا سہارا لیتی تھیں۔ سید کل ﷺ نے انہیں اس بات سے روک دیا تو متنازعہ مسئلہ ہی نہیں ہے۔

اب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کو لیں۔ سید کل ﷺ ان کے حال کو جانتے تھے کہ جو وہ اپنے اوپر لازم کر رہے ہیں اسے نبھا نہیں سکیں گے۔ آپ ﷺ نے

انہیں رخصت واجازت کا راستہ دکھایا اور یہ علت بیان فرمائی کہ ان پر ان کے نفس کا بھی حق ہے اور گھر والوں کا بھی حق ہے اور اس طرح کرنے سے ان کی آنکھیں کمزور ہو جائیں گی اور جسم ضعیف ہو جائے گا۔ اس سے تو یہ پتہ چلا کہ عبادت میں ایسی زیادتی جس سے دل کبیدہ اور ست ہو یا شرعی حقوق میں سے کسی میں خلل پڑے ممنوع ہے لیکن مطلقاً اس کا منع ہونا تو اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

اب رہی حضرت ابوالدرداء والی حدیث تو انہوں نے اس انداز سے عبادت کی کہ لازمی حقوق چھوڑ دیئے۔ حضرت سلمان نے انہیں منع کیا۔ تو اس سے یہی ثابت ہوا کہ عبادت میں ایسی شدت جو حقوق میں فتور ڈالے ممنوع ہے' مطلقاً زیادہ عبادت منع نہیں ہے۔

اب رہی صحابہ کے ایک گروہ والی حدیث' تو وہ عمل رسول ﷺ کو کم سمجھ رہے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ معصوم ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ محنت نہیں فرماتے۔ اب انہوں نے اپنی جانوں کے لئے وہ کچھ لازم کر لیا جسے اللہ تعالیٰ نے لازم نہیں فرمایا تھا۔ آسان راستے کو انہوں نے چھوڑ دیا' اسی لئے حضور ﷺ نے انہیں ڈانٹ پلا دی اور اپنے طریقے کی طرف انہیں ہدایت فرمائی' ارشاد ہوا جو میری سنت سے منہ موڑے گا یعنی جس پر میں عمل پیرا ہوں اسے حسین اعتقاد نہ کرتے ہوئے منہ موڑ لے گا' جیسا کہ اس گروہ کا خیال تھا تو وہ پھر میرا نہیں ہے یعنی وہ نہ میرے مسلک پر چلنے والا ہے اور نہ میری سیرت کو اپنانے والا ہے لیکن اس کا مطلب تو ہرگز نہیں ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی طاقت کے مطابق جدوجہد کرتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے واجب نہیں فرمایا اسے وہ واجب قرار نہیں دیتا تو اس کی یہ عبادت جائز نہ ہو۔

اب آیئے حضرت عثمان بن مظعون اور ان کے ساتھیوں والی حدیث کی طرف' انہوں نے اپنی جانوں پر وہ حرام قرار دے لیا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں فرمایا تھا اور اپنے لئے وہ چیزیں واجب قرار دے لیں جو اللہ تعالیٰ نے واجب قرار نہیں دی تھیں تو انہیں اس بات سے روک دیا گیا لیکن مطلقاً اس سے اعمال میں شدت کی

نفی تو نہیں ہوتی۔ بلکہ اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ شریعت میں کوئی ایسا معاملہ پیدا کر دیا جائے جو اس میں نہ ہو۔

اس مقام کی تحقیق یہ ہے

اس مقام پر بہترین تحقیق وہ ہے جو ان احادیث اور اسلاف کے مجاہدات کے درمیان تعارض دور کرنے کے لئے علامہ برکلی رحمۃ اللہ علیہ نے الطریقہ المحمدیہ میں لکھی ہے وہ فرماتے ہیں (1' صفحہ 231) عبادت میں شدت سے ممانعت دو علتوں کی وجہ سے ہے۔

1 :- پہلی علت لمی ہے۔[127] جس کا مطلب اپنی جان کو ہلاکت تک پہنچانا ہے یا کسی اور کے لازمی حق کو ضائع کرنا ہے یا عبادت کو چھوڑنا ہے یا اس کی مداومت کو ترک کرنا ہے۔

2 :- دوسری علت انی ہے۔[128] اس کا مطلب ہے کہ نبی ﷺ رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ انہیں اللہ کریم کی تائید حاصل ہے۔ آپ ﷺ وہ کچھ کر سکتے ہیں جو امت کے افراد کی طاقت میں نہیں ہے' وہ سب لوگوں سے زیادہ اللہ کریم سے ڈرنے والے ہیں اور سب سے بڑھ کر پرہیزگار ہیں اور اللہ کریم کو سب سے بڑھ کر جاننے والے ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات پاک بخل سے بھی بری ہے اور کسی کو نصیحت نہ کرنے سے بری ہے' سستی و کاہلی کا آپ ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں گزر نہیں ہے' دین کے بارے میں بے خبری وہاں بھٹک نہیں سکتی' اگر عبادت یا اللہ کے قرب کا کوئی راستہ آپ ﷺ کے انداز سے افضل اور مفید تر ہوتا تو آپ ﷺ ضرور وہ کرتے یا بیان فرماتے اور لوگوں کو اس کے کرنے پر آمادہ کرتے۔ اب یہ بات یقینی ہو گئی کہ آپ ﷺ کا معمول سب سے افضل اور معرفت ربانی میں سب سے قریب ہے۔

مقام محمدی کی رفعتیں

اب جن روایات میں آتا ہے کہ اسلاف نے عبادت میں یہ شدت اور زیادتی فرمائی تو اس کی وجہ یا تو دل کے امراض لگاتار تھے (اور ان امراض کا علاج یہ شدید عبادتیں تھیں) یا عبادت ان کی عادت تھی اور طبعاً صحیح غذا کی طرح تھی جس سے انہیں لذت حاصل ہوتی تھی اور کوئی حق بھی اس سے ضائع نہیں ہوتا تھا اوراس پر مداومت بھی وہ نہیں چھوڑتے تھے۔[129]

وہ یہ اعتقاد بھی نہیں رکھتے تھے کہ ان کا عمل سید کل ﷺ کے عمل سے یا آپ ﷺ کے ارشاد سے افضل ہے۔ ہمارے آقا ﷺ تو کمال کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز تھے ان کے مبارک دل کو جو توجہ الی اللہ حاصل تھی اسے کوئی شی روک نہیں سکتی تھی' نہ لوگوں سے کلام کرنا مانع تھا' نہ کھانا پینا رکاوٹ تھا اور نہ ہی نیند اور ازواج سے تعلق مانع تھا' آپ ﷺ کے لئے میل جول اور خلوت سب برابر تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے چند ظاہری عبادات تک اس لئے بات محدود رکھی کہ یہ آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے بہتر تھا۔ لیکن آپ ﷺ کی وہ لذت جو دائمی تھی وہ ان ظاہری عبادات سے خاص نہ تھی۔

صدیق اور زندیق

بعض مشائخ کو جب اس درجے سے کچھ حصہ ملا تو وہ کہہ اٹھے جو مجھے اب دیکھتا ہے وہ زندیق ہو گیا اور جس نے مجھے پہلے دیکھا وہ صدیق بن گیا۔ کیونکہ جب ایسے مشائخ مقام انتہا تک پہنچ گئے تو صرف ظاہری عبادات' فرائض' واجبات اور سنن تک اپنے آپ کو محدود کر لیا اور عوام کی طرح کھانے پینے اور سونے میں مشغول ہو گئے۔ لیکن ابتدائے کار میں وہ مجاہدوں اور ریاضتوں میں مشغول تھے۔ جس نے اس ابتدائی دور میں انہیں مجاہدات میں مشغول دیکھا وہ بھی مجاہدوں میں مصروف ہو گیا اور اس عمل صالح سے مقام صدیق پا گیا لیکن جس نے انہیں اس وقت دیکھا جب وہ انتہائی مقام پر تھے تو اس نے (ان کے کم عمل کو دیکھ کر) عبادت

میں جہد اور طریقت کا ہی سرے سے انکار کر دیا۔ اب تو اس پر کفر کا خوف ہے۔

اب جو اسلاف سے عبادت میں تشدید منقول ہے وہ مذکورہ دو علتوں (لمی اور انی) سے خالی نہیں ہے۔ یہ ہی حق' صریح اور صحیح مطلب و محمل ہے۔ آپ کو زیادتی نہیں کرنی چاہئے ورنہ تم پر زیادتی ہو جائے گی ان دونوں (کمی اور زیادتی) کے درمیان چلنا ضروری ہے۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ (جلد 1' صفحہ 228) میں ہے کہ اسلاف گرامی سے عبادت میں جو سختیاں' ریاضتیں اور مجاہدتیں مذکور ہیں وہ دین محمدی کے خلاف بالکل نہیں ہیں بلکہ جو ان پر قدرت رکھتا ہے اور اپنے آپ کو ان کے لئے فارغ کر سکتا ہے اس کے لئے یہ کتاب وسنت میں موجود ہیں۔ لیکن یہ واجب نہیں ہیں کیونکہ جن افعال کے لئے امت مکلف ہے یہ اس سے نفل اور زائد ہیں ان کے کرنے پر اجروثواب ہے۔

اس طرح جس شخص میں طاقت و قدرت نہیں ہے اور اس کے کبیدہ وملول ہونے کا خوف ہے اس کے لئے کتاب و سنت میں حکم ہے کہ عمل میں میانہ روی اور توسط اختیار کرے۔ دین میں دونوں باتیں (آسانی اور مشکل) موجود ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے اتقو اللہ حق تقاتہ (اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ آل عمران - 102) پھر ارشاد ہوا فاتقو اللہ ما استطعتم (اللہ سے ڈرو جتنا ڈر سکتے ہو۔ تغابن - 14) پہلی آیت میں بات مشکل ہے دوسری میں آسانی ہے۔[130]

سرکار کریم ﷺ سے لگاتار روزے رکھنے' مسلسل بھوکا رہنے کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنے (بخاری 7' صفحہ 304) کی روایات بھی ہیں اور یہ روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے رات کو اس حد تک قیام فرمایا کہ پاؤں مبارک سوج گئے' اسی طرح ازواج مطہرات سے روزوں اور قیام کی کثرت احادیث میں مروی ہے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رسی باندھنے والا واقعہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ جسے مشقت و رحم کی وجہ سے حضور ﷺ نے کھولنے کا حکم دے دیا تھا۔

اسی لئے تو جب حضرت عبداللہ بن عمرو کو سرکار ﷺ نے زیادہ عبادت سے روکا تو انہوں نے اس سے یہ نہیں سمجھا کہ یہ حکم نہ ماننا گناہ ہے بلکہ جب بوڑھے ہو گئے تو کہنے لگے کاش ! میں نے حضور ﷺ کی اجازت و رخصت کو قبول کر لیا ہوتا' تو انہوں نے حکم رسول ﷺ کو رخصت و اجازت سمجھا اور جو خود کر رہے تھے اسے عزیمت قرار دیا اور سرکار ﷺ کے حکم کو دین کا لازمی حکم نہیں سمجھا۔[131]

جو صاحب بھی سابقہ آیات و احادیث کا مطالعہ کریں گے اور ان پر غور فرمائیں گے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب اللہ کریم اور رسول رحیم ﷺ کی طرف سے امت پر رحمت ہے اور مومنوں کے لئے رخصت و اجازت ہے تاکہ ان کے لئے دین میں کوئی حرج و تکلیف نہ ہو۔ اب اللہ کریم کا یہ ارشاد "پاکیزہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں تم انہیں حرام نہ ٹھہراؤ" یعنی ان چیزوں کے استعمال کی جو اجازت و رخصت عطا ہوتی ہے۔ اسے چھوڑ کر ان کے حرام ہونے کا اعتقاد نہ رکھو' اب اگر انہیں حرام نہ قرار دیا جائے اور فلاں شئے کو کھانے سے صرف زہد و ورع کے لئے بچا جائے تو ایسے فعل میں گناہ نہیں ہو گا۔[132]

اسی طرح اللہ کریم کا ارشاد ہے "قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق الاعراف' 32 (فرما دیجئے کس نے حرام کیا ہے اس زینت کو جو اللہ نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی اور پاکیزہ رزق کو)

اسی طرح حضور ﷺ کا حدیث کے آخر میں یہ فرمانا کہ "جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ میرا نہیں ہے" یعنی میرے فعل کو اور میری رخصت کو جائز نہ سمجھنے کا اعتقاد رکھا اور شدت پسندی پر اڑا رہا۔ یہ ان کے اس قول کا جواب تھا ہمارا حضور ﷺ سے کیا مقابلہ' اس بات سے وہ شرعی رخصت کے باطل ہونے کا نظریہ رکھ رہے تھے تو سرکار ﷺ نے اوپر والی بات ارشاد فرمائی۔

حاصل کلام

ہمارے گزشتہ ادوار کے اسلاف گرامی اپنے لئے تو عزائم و شدائد پسند فرماتے تھے کیونکہ وہ ہمت و عزمت والے لوگ تھے لیکن وہ شرعی رخصتوں کے اقراری تھے اور عوام کو ان رخصتوں کے مطابق ہی فتوے دیتے تھے پھر بھی انہیں ایسے افعال کے لئے ضرور ابھارتے رہتے تھے۔ جیسا کہ سید کل ﷺ کا بھی معمول تھا کہ لوگوں کو رخصتوں کا حکم فرماتے تھے اور خود عزیمت (مشکل عبادات) پر عمل پیرا رہتے تھے۔ جیسا کہ صوم وصال (لگاتار افطار کے بغیر روزے) کے واقعہ میں پہلے گزر چکا ہے۔ (حدیقہ ندیہ کی عبارت ختم ہوئی)

اللہ ! یہ رخصتیں

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (2' صفحہ 380) میں علامہ قسطلانی اس حدیث "نبی ﷺ نے اس حد تک قیام فرمایا کہ آپ ﷺ کے مقدس پاؤں سوج گئے" کے تحت ارشاد فرماتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ انسان عبادت میں اپنی جان پر شدت کر سکتا ہے خواہ اس سے بدن کو تکلیف و ضرر بھی پہنچے لیکن مناسب ہے کہ اس کے ساتھ بھی یہ قید لگائی جائے کہ اس حد تک عبادت نہ کرے کہ ملال پیدا ہو جائے کیونکہ سرکار کریم ﷺ کی حالت پاک تو سب احوال سے بڑھ کر کامل تھی لہٰذا آپ ﷺ کے جسد اطہر کو اگر ضرر بھی ہوتا تب بھی آپ ﷺ عبادت سے ملول و کبیدہ نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ آپ سے تو یہ صحیح حدیث مروی ہے کہ "میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے" (مسند احمد 3 صفحہ 128 - نسائی 7' صفحہ 62 عن انس) آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے لوگوں پر جب ملول اور کبیدگی کا خوف ہو تو وہ اپنی جان کو کبیدگی میں مبتلا نہ کریں ہاں شدت عمل پر عمل پیرا ہونا افضل ہے کیونکہ جب یہ معصوم کر رہے ہیں تو وہ کیوں نہ کرے جسے اپنے حال کا بھی علم نہیں ہے اور گناہوں کے بوجھ نے اس کی کمر توڑ رکھی ہے اور وہ عذاب جہنم سے

بھی محفوظ نہیں ہے۔ انتہٰی

مواہب لدنیہ (7، صفحہ 458) میں ایسی عبارت ہے اسے مقصد اول میں ہم نقل کر چکے ہیں۔ امام نووی نے کتاب الاذکار (صفحہ 95) کہ قرآن پاک کے ختم کرنے کے بارے میں اسلاف کی مختلف عادات تھیں کچھ حضرات دو ماہ میں ختم کرتے کچھ ایک ماہ میں ختم فرماتے کچھ دس راتوں میں، کچھ آٹھ اور کچھ سات راتوں میں ختم کرتے، اکثر اسلاف کا یہی طریقہ تھا کچھ حضرات چھ راتوں میں، کچھ پانچ اور کچھ چار راتوں میں ختم کر دیتے، ایک بڑی تعداد تین راتوں میں ختم کرتی اور بہت سارے ہر روز رات دن میں ختم فرما دیتے۔

ایک گروہ ایسا بھی ہے جس نے رات دن میں دو ختم کئے، کچھ حضرات نے رات دن میں تین ختم اور کچھ اور حضرات نے رات دن میں آٹھ ختم کئے۔ چار دن میں اور چار رات میں۔ ایسے حضرات میں سید جلیل بن کاتب صوفی[133] بھی شامل ہیں یہ سب سے زیادہ تعداد ہے جو ہمیں معلوم ہوئی ہے۔

جناب گرامی احمد دورقیؒ نے اپنی سند سے منصور بن زاذان (جو تابعین میں بڑے عبادت گزار تھے) سے روایت لی ہے کہ وہ ظہر اور عصر کے درمیان قرآن ختم فرما دیا کرتے تھے اور مغرب و عشاء میں پھر ختم کر دیتے اور رمضان میں مغرب و عشاء کے درمیان دو ختم فرما لیتے تھے۔ ان دنوں رمضان میں عشاء رات کی چوتھائی گزرنے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ ابن بی داؤد نے اپنی صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ مجاہد رمضان میں مغرب و عشاء کے درمیان قرآن ختم کر دیتے تھے۔ جن لوگوں نے صرف ایک رکعت میں قرآن ختم کیا ہے۔ وہ شمار سے باہر ہیں ان میں سیدنا عثمان تمیم داری اور حضرت سعید بن جبیر بھی شامل ہیں۔

مختار و ممتاز انداز

مختار بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ مختلف اشخاص میں مختلف انداز سے ہوتا ہے اگر گہری سوچ سے لطائف و معارف کا ظہور ہوتا ہو تو ایسے آدمی کو اتنا ہی قرآن

پڑھنا چاہئے جس سے پوری طرح معانی کو سمجھ سکے اسی طرح جو شخص علوم کی نشرو اشاعت میں مشغول ہے یا عدالتی و حکومتی فیصلوں میں مصروف ہے یا دینی اہم معاملات میں یا عام مسلمانوں کے مصالح میں مشغولیت ہے تو اتنی قرات ہی کرے جس سے اس کے فرائض میں خلل واقع نہ ہو اور نہ ہی اس فن میں کمالیت ختم ہو۔ جو صاحب ان حضرات میں شامل نہیں ہے تو جتنا زیادہ پڑھ سکتا ہے بیشک پڑھے ہاں ملول پیدا نہیں ہونا چاہیے اور الفاظ کاٹ دینے والی بے حد تیز قرات بھی نہیں ہونی چاہئے۔ انتہٰی

امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح المنہاج میں حضرت عبداللہ بن عمر والی حدیث کے نیچے لکھا ہے سلف کی روزانہ قرات میں عادات مختلف تھیں۔ وہ اپنے حال، سمجھ اور وظیفہ کے مطابق پڑھتے تھے۔ کچھ حضرات مہینے میں، کچھ بیس دنوں میں، کچھ دس دنوں میں، کچھ زیادہ تعداد سات دنوں میں، بہت سارے لوگ تین دنوں میں اور بہت سارے دن رات میں اور کچھ صرف رات میں، کچھ دن رات میں تین ختم اور کچھ دن رات میں آٹھ ختم کر لیا کرتے تھے۔ آٹھ سے زیادہ ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی۔

پسندیدہ بات یہ ہے کہ اتنا زیادہ ہی پڑھے جتنا لگاتار جاری رکھ سکے اور اتنے کی ہی عادت بنائے جس کے متعلق اس کا گمان غالب ہو کہ طبیعت کی خوشی و نشاط اور غمی و افسردگی میں بھی وہ پڑھ سکے گا۔ یہ بھی اس وقت ہے جب اس کے خاص یا عام اور لازمی کام نہ ہوں جو زیادہ تلاوت کی وجہ سے معطل نہ ہوتے ہوں۔ اگر اس کے عام کام میں مثلاً وہ والی ہے یا معلم وغیرہ ہے تو اپنے لئے اتنی قرات کا وظیفہ مقرر کرے جسے وہ اچھی طرح نبھا سکے اور اس کی طبیعت میں سرور و نشاط بھی رہے اور اس وظیفہ کی تکمیل میں بھی خلل نہ پڑے، اسلاف سے جو مروی ہے وہ اسی پر محمول ہے۔ انتہٰی الاتقان فی علوم القرآن میں علامہ سیوطی نے بھی اس طرح لکھا ہے۔

خلاصہ بحث

اس مقام میں مقصد کا خلاصہ یہ ہے میں نے علمائے کرام کی پیروی میں یہی اختیار کیا ہے۔ یقیناً پوری رات قیام کرنا' رات دن میں ایک دفعہ یا کئی دفعہ قرآن پاک پڑھنا' ایک ہزار یا اس سے زائد رکعتیں ادا کرنا' اسی قسم کے اور مجاہدے اور ریاضتیں بالکل بدعت نہیں ہیں اور نہ ہی شریعت میں منع ہیں بلکہ یہ اچھے اور مرغوب عمل ہیں مگر اس کی کچھ شرطیں ہیں۔

1:- اس عبادت سے ملال خاطر اور کبیدگی نہیں ہونی چاہئے۔ جس کی وجہ سے عبادت کی لذت اور حضور قلب جاتا رہے۔ یہ بات اس حدیث سے لی گئی ہے جس میں ارشاد ہے کہ "تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک نماز پڑھے جب تک طبیعت میں نشاط رہے" مطلب یہ ہے جب تک دل میں نشاط اور طبیعت میں سرور رہے۔ (مسلم کماتقدم)

2:- اس عبادت سے اپنے جی پر مشقت نہ ڈالے جس کی جی میں طاقت نہ ہو۔ یہ اس حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے "ایسے اعمال اپنے لئے لازم ٹھہراؤ جو تمہاری طاقت میں ہوں۔" (بخاری کما تقدم)

3:- اس عبادت سے وہ چیز نہ جاتی رہے جو اس سے زیادہ اہم ہے۔ مثلاً رات کو قیام کرے اور صبح کی نماز رہ جائے تو رات کا قیام جائز نہیں ہو گا کیونکہ فرضوں کی ادائیگی نفلوں کی ادائیگی سے بہت ضروری ہے۔ اس کی دلیل وہ ہے جو امام مالک نے موطا (جلد 1 صفحہ 131) میں روایت ابوبکر بن ابی حشم سے لی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت سلیمان بن ابی حشمہ کو صبح کی نماز میں نہ پایا۔ حضرت عمر صبح بازار کی طرف گئے' سلیمان کی رہائش گاہ مسجد اور بازار کے درمیان تھی۔ آپ حضرت سلیمان کی والدہ حضرت شفاء کے پاس سے گزرے تو فرمایا میں نے صبح سلیمان کو نہیں دیکھا؟ وہ کہنے لگیں وہ رات بھر نماز پڑھتے رہے سویرے آنکھ لگ گئی۔ حضرت عمر نے فرمایا "اگر میں صبح کی نماز جماعت سے پالوں تو وہ مجھے رات کے قیام

سے زیادہ محبوب ہے۔" اسی طرح اگر کوئی رات بھر قیام کرے اور دن کو مسلسل روزے رکھے مگر جماعت سے محروم رہے' جنازے نہ پڑھے' درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے کٹ جائے تو یہ اس کے لئے مناسب نہ ہو گا۔

4:- اس عبادت سے کوئی شرعی حق فوت نہ ہو۔ مثلاً اہل' اولاد اور مہمان وغیرہ کا حق' یہ نتیجہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوالدرداء کے واقعہ سے لیتے ہیں۔

5:- اس عبادت سے شرعی رخصت کا ابطال لازم نہ آئے کہ وہ شرعی رخصت کو باطل سمجھنے لگ جائے اور شرعی رخصتوں کو وہ معطل قرار دیدے یہ بات ان صحابہ کی حدیث سے سمجھ آ جاتی ہے جنہوں نے عمل مصطفوی کو' سرکار ﷺ کے معصوم ہونے کی وجہ سے "کم" سمجھا تھا۔

6:- اس عمل سے اس شئے کا وجوب ثابت نہ ہو جو شرعاً واجب نہیں ہے اور نہ ہی اس شئے کی حرمت ثابت ہو جو شرعاً حرام نہیں ہے۔ یہ بات حضرت عثمان بن مظعون کے واقعہ سے معلوم ہوتی ہے۔

7:- عبادت گزار عبادت میں سب ارکان پوری طرح ادا کرے یہ جائز نہیں ہے کہ بہت سی نماز کی رکعتیں ادا کرے مگر اس کا سجدہ اس طرح ہو جیسے مرغا دانہ چننے کے لئے چونچ مار رہا ہے یا وہ کثرت سے تلاوت تو کرتا ہے مگر نہ اس پر غور کرتا ہے اور نہ ہی ترتیل سے پڑھتا ہے۔ اسی طرح باقی ارکان و افعال میں بھی قیاس کر لیں۔ اسی پر حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی محمول ہے "جو تین دنوں سے کم وقت میں قرآن پڑھتا ہے وہ قرآن سمجھتا نہیں" ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ (بالترتیب جلد 2 صفحہ 54-11 صفحہ 65' ابن ماجہ 28) نے عبداللہ بن عمرو سے یہ روایت لی ہے۔ ایک جماعت نے اسی پر عمل کرتے ہوئے تین دنوں سے کم میں ختم قرآن کو مکروہ قرار دیا ہے' کچھ اور حضرات نے کہا کہ حدیث میں نفی سمجھنے کی ہے ثواب کی نہیں (یعنی ثواب تو لازماً ملے گا سمجھ نہیں آئے گا) ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی (2

صفحہ 65) میں فرمایا ہے کہ کچھ اہل علم کہتے ہیں تین دنوں سے کم عرصہ میں قرآن اس حدیث کی وجہ سے نہ پڑھا جائے جو حضور ﷺ سے مروی ہے بعض اہل علم نے اس سے کم عرصہ میں پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

حضرت عثمان سے مروی ہے کہ وہ صرف ایک رکعت میں قرآن ختم فرما دیتے تھے جو بطور وتر پڑھتے۔[134]

حضرت سعید سے مروی ہے کہ وہ دو رکعتوں میں قرآن پڑھ دیتے تھے (یہاں متن میں یہی ذکر ہے مگر ترمذی اور اس کی شروح میں ایک رکعت میں لکھا ہے نووی کے حوالے سے یہ پہلے گزر چکا ہے۔)

شیخ ابن علان نے شرح الاذکار (3- صفحہ 234) میں سعید بن جبیر سے مروی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے یوں لکھا ہے "ابن ابی داؤد نے سفیان ثوری بذریعہ ابوسلیمان حماد سعید بن جبیر سے روایت لی ہے کہ وہ دو رکعتوں میں قرآن ختم کرتے تھے۔ تیسری سند سے انہوں نے حضرت سعید سے روایت لی کہ انہوں نے کعبہ میں چار رکعتیں پڑھیں اور ان میں قرآن ختم کیا" ان سب روایات کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ یہ مختلف اوقات میں کیا گیا۔ (عبدالفتاح) اہل علم کے ہاں قرات میں ترتیل پسندیدہ امر ہے۔ ترمذی کی عبارت ختم ہوئی۔

8 :- جو عبادت اختیار کرے اسے عذر کے بغیر چھوڑے نہیں یہ بات حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے۔ "اللہ کریم کے ہاں وہ اعمال بہت پسندیدہ ہیں جنہیں لگاتار جاری رکھا جائے" امام مسلم نے اسے حضرت عائشہ کی سند سے روایت کیا ہے (2، صفحہ 76) بخاری (2 صفحہ 31) اور مسلم (2 صفحہ 44) وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا "عبداللہ ! فلاں کی طرح نہ بن جانا کہ وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر قیام لیل چھوڑ بیٹھا"

9 :- اس کی یہ عبادت و مجاہدہ مسلمانوں کے لئے ملال و کبیدگی کا سبب نہ بنے۔ مثلاً وہ جماعت کرا رہا ہو تو لمبی سورتیں شروع کر دے یا پورا قرآن ختم کرنے لگ جائے کیونکہ فرض نمازوں میں اس سے مقتدیوں کو ملال ہوتا ہے ان میں ضعیف،

بیمار اور کاموں والے لوگ ہوتے ہیں، یہ مسئلہ اس حدیث سے ماخوذ ہے جو امام بخاری (2 صفحہ 168) اور امام مسلم (2 صفحہ 158) وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جماعت کرائے تو ہلکی نماز پڑھے کیونکہ مقتدیوں میں ضعیف، بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں جب اکیلا پڑھ رہا ہو تو جتنا لمبا چاہے پڑھتا جائے۔

امام بخاری (1، صفحہ 168) اور مسلم (2، صفحہ 184) نے ابومسعود انصاری سے روایت لی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ ! میں تو جماعت کو نہیں پا سکتا کیونکہ فلاں صاحب (معاذ بن جبل مراد ہیں) بہت لمبی قرات کرتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کو اس دن سے زیادہ دوران وعظ کبھی غصے میں نہیں دیکھا، ارشاد ہوا "لوگو ! تم میں سے کچھ لوگ نفرت پیدا کرتے ہیں جو لوگوں کو جماعت کرائے وہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ جماعت میں بوڑھے، کمزور اور حاجت مند لوگ ہوتے ہیں"

بخاری (2، صفحہ 164) اور مسلم (2، صفحہ 182) نے حضرت جابر سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت معاذ نے اپنے ساتھیوں کو نماز عشاء پڑھائی، قرات بہت لمبی کی، ایک آدمی نماز چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت معاذ کو اس کے بارے میں بتایا گیا تو فرمانے لگے وہ منافق ہے، جب اس شخص کو پتہ چلا تو وہ حضور ﷺ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا معاذ والی بات عرض کی حضور ﷺ نے فرمایا معاذ ! تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہتے ہو جب لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو والشمس وضحاها، سبح اسم ربک الاعلیٰ، اقراء باسم ربک، واللیل اذا یغشیٰ جیسی سورتیں پڑھا کرو، اس بارے میں احادیث بہت ہیں۔

10 :- اس کے اسی مجاہدے اور کثرت عبادت سے یہ عقیدہ نہیں پیدا ہونا چاہئے کہ اس کا عمل سید کل ﷺ اور صحابہ گرامی کے قلیل عمل سے زیادہ ہے تو یہ افضل ہے۔

جس میں یہ شرطیں موجود ہوں تو اس کے لئے عبادت کی کثرت اور شدت

پسندی بہتر ہے، پہلے دور کے ریاضت وعبادت پسند حضرات ان شروط کے جامع تھے لہٰذا یہ باتیں ان کے لئے جائز تھیں کسی نے بھی ان کے ان اعمال پر گرفت نہیں کی، اگر کسی میں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ ہو تو اس کے لئے مجاہدات وریاضات میں میانہ روی اور توسط بہتر ہے۔

یہ ہے وہ میانہ راستہ جسے ہر انصاف پسند اچھا سمجھتا ہے اس میں نہ زیادتی ہے اور نہ ہی کمی ہے۔ متعصب و متعسف ہی افراط و تفریط کی طرف بڑھتے ہیں شائد کہ ایسی تحقیق انیق پہلے حضرات میں سے کسی نے آپ کے کان میں نہ ڈالی ہو۔ آپ پوری قوت سے اسے پکڑلیں اور شکر گزار بندوں میں شامل ہو جائیں۔

خاتمہ

اکثر سوال ہوتا ہے کہ ہمارے دور میں رمضان کی ستائیسویں رات یا کئی اور راتوں میں لوگ مسجدوں میں دریاں، قالینیں وغیرہ ڈالتے ہیں، لالٹین لٹکاتے ہیں، دیا جلاتے ہیں اور تیز قرآن پڑھنے والے جید حافظ بلاتے ہیں تاکہ ایک رات میں ہی نماز تراویح میں قرآن ختم کر دیں۔ حافظ یکے بعد دیگرے امامت کراتے ہیں ان میں سے ہر ایک جتنا ممکن ہو دو رکعتوں یا کئی رکعتوں میں قرآن پڑھاتا ہے۔ یہاں تک کہ نماز صبح کے قریب یا سحری کے وقت حافظوں کے جلدی یا آہستہ پڑھنے سے قرآن پاک ختم ہو جاتا ہے۔ اسے وہ لوگ ختم شبینہ (ایک رات کا ختم) کہتے ہیں کیا اس طرح ختم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے اس سوال کا جواب دیا کہ بذات خود ختم قرآن ایک رات میں پسندیدہ عمل مسئلہ ہے لیکن اس کے ساتھ کچھ ناپسندیدہ باتوں کا شامل کر لینا اچھا نہیں ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض معاملات کو کر کے وہ انہیں اچھے سمجھنے لگ گئے ہیں ان میں سے کچھ تو اچھے مگر کچھ قبیح بھی ہیں۔

1- ایک رات میں ختم قرآن

ایک رات میں ختم قرآن اچھی بات ہے بہت سارے اسلاف نے یہ کیا ہے بلکہ کچھ نے تو سارا قرآن ایک رکعت میں بھی ختم فرمایا ہے۔[135]

2- قرات کا جلدی پڑھنا

یہ لوگ بہت جلد قرات پڑھتے ہیں تدبر وترتیل تو دور کی بات ہے حروف اپنے مخارج سے ادا نہیں کرتے۔ یہ تو قبیح معاملہ ہے جیسا کہ ابوداؤد نے مسلم بن میخراق سے روایت لی ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ سے عرض کیا کچھ لوگ رات میں ایک دو یا تین دفعہ قرآن ختم کر دیتے ہیں۔ (یہ سن کر) انہوں نے جواب دیا، "انہوں نے پڑھ کر بھی نہ پڑھا، میں نبی ﷺ کے ساتھ رات کو قیام کرتی تھی، آپ سورۃ بقرہ، آل عمران اور النساء پڑھتے تھے جہاں بھی بشارت والی آیت آتی آپ ﷺ دعا فرماتے اور رغبت کا اظہار ہوتا اور جب بھی کوئی ڈر والی آیت آتی تو دعا مانگتے اور پناہ طلب فرماتے۔"

آج تو کچھ اتنا تیز پڑھتے ہیں کہ کئی آیات چھوڑ جاتے ہیں اور سامع ان کی تیزی کی وجہ سے لقمہ تک نہیں دے سکتا بلکہ اگر کوئی لقمہ دے بھی دے تو حافظ تیزی کی وجہ سے وہ لقمہ لیتے ہی نہیں ہیں۔ اب فرمایئے اس سے بڑھ کر اور کیا خرابی ہو گی، اس سے بڑھ کر میں نے یہ قبیح بات دیکھی ہے کہ جب حافظ قرات سے فارغ ہو جاتا ہے تو سارے سامعین اس کی شان میں تعریفوں کے پل باندھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں آپ کی قرات کتنی تیز ہے اور آواز کتنی خوبصورت ہے اور اسی طرح کی اور باتیں ہوتی ہیں۔ اسے ترتیل چھوڑنے اور آیات حذف کرنے پر تنبیہہ نہیں کرتے۔

3- سامعین کی سستی

حافظ قرات کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور سامعین پہلی رکعت کے رکوع کے منتظر

رہتے ہیں جب وہ رکوع پر جانے لگتا ہے تو یہ حضرات اس کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔ ان کے حق میں یہ آیت بہت درست ہے واذا قاموا الی الصلوة قاموا کسالٰی النساء 142 (جب وہ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو سستی سے اٹھتے ہیں)

4- مقتدیوں کی نفرت و فرار

حافظ جب قرات لمبی کر دیتا ہے تو اس کے شریک سماع ساتھیوں پر یہ بات گراں گزرتی ہے کچھ تو بیٹھ جاتے ہیں، کچھ قدم کھلے کر لیتے ہیں، کچھ رکعت توڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور بیٹھ کر نماز توڑ کر سنتے ہیں۔ اس سے بڑا بگاڑ اور کیا ہو گا؟ اسی لئے فقہاء نے نصیحتا بیان کیا ہے کہ مناسب یہی ہے کہ تراویح میں اتنی ہی قرات کی جائے جو سامعین پر بوجھ نہ بنے۔

5- ضرورت سے زائد لالٹین جلانا

یہ تو لہو و لعب میں شامل ہے۔ جس سے لازم بچنا چاہئے فقہاء کرام نے کئی جگہ اس کے بارے میں وضاحتیں فرمائی ہیں، یہ اور اسی قسم کے مفاسد ہیں جن کی وجہ سے "امر حسن" قباحت کے درجے تک جا پہنچی ہیں۔ بہت سی اچھی چیزیں ہوتی ہیں جو کئی ملاوٹوں اور ضمیوں کی وجہ سے قبیح ہو جاتی ہیں، اللہ کریم ہی درستی کو بہتر سمجھتے ہیں اور انہیں کے پاس ام الکتاب ہے۔

اس مقام پر کلام کا خاتمہ ہو گیا، اختتام بروز جمعہ 20 ربیع الثانی 1291 ہجرت سید ثقلین کو ہوا آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر مشرقین کے رب کی صلوة و رحمت ہو۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوة علی رسولہ محمد والہ و صحبہ اجمعین

اللہ کریم جل مجدہ، کے فضل و کرم سے اور رسول رحیم ﷺ کی نگاہ لطف و

رحمت سے پانچ رمضان بروز جمعرات 1417 ھ بعد نماز صبح مطابق 16 جنوری 1997ء کو ترجمہ ختم ہوا، میں سمجھتا ہوں کہ علامہ عبدالحی مرحوم مغفور کی مختلف موضوعات پر لکھی ہوئی مختصر کتابیں علمی طور حوالہ جات کا خزانہ ہیں۔

اہل علم حضرات ان کے تراجم فرما کر مسلمانوں میں انہیں پھیلا کر تبلیغ دین کا حق ادا فرمائیں۔

اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم و شفیع فینا حبیبک الرحیم علیہ التحیة والتسلیم وفضل علینا بمعیتہ یوم القیمة والجنة بلطفک العظیم فانک خیر الغافرین

فقیر بے نوا

سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

جامعة الزہرا اہل سنت عثمان غنی کالونی

مصریال روڈ صدر راولپنڈی

حواشی

1 - حضور کریم ﷺ سب جہانوں کے رسولوں کے خاتم ہیں۔ مصنف علامہ نے سجع کا خیال کرتے ہوئے الارضین فرمایا ہے۔ چونکہ اوپر کے دو فقروں کے آخر میں ی اور نون تھے تو یہاں بھی ایسا لفظ استعمال کیا جس کے آخر میں یہی دو حروف ہیں۔ (مترجم)

2 - مطلب یہ ہوا کہ صحابہ و تابعین اور محدثین کا عمل احادیث کے خلاف ہے لہٰذا وہ سند نہیں اور خلاف حدیث ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔ (ت)

3 - یعنی اگر اس کی تحقیق ہی ایک پہلو تک محدود ہے تو دوسرے پہلو کو نہ جاننے کی وجہ سے معذور ہے اور اگر یہ سب تحقیق اس نے صرف رضائے ربانی کے لئے کی ہے تو اسے اجر و ثواب بھی ملے گا۔ (مترجم)

4 - علامہ عبدالحی مرحوم کا معترض حیادار تھا اگر آج کے معترضین سے واسطہ پڑتا تو نہ مانوں کی رٹ کبھی ختم نہ ہوتی جو خود تو ماہرین قرآن و حدیث بنتے ہیں مگر اسلاف کے ارشادات کو نافہمی کا شاہکار کہتے نہیں تھکتے۔ (مترجم)

5 - یہ سب فروعی اختلافات ہیں ان میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ اب ایک امام کے مقلدین کا یہ حق نہیں کہ دوسرے امام کے مقلدین کو گمراہ اور بدعتی کہتے پھریں یہی محققین ماتریدیہ واشعریہ کا مسلک ہے۔ (مترجم)

6 - مصنفہ رکن الاسلام محمد بن ابوبکر واعظ' المعروف امام زادہ حنفی جوغی رحمۃ اللہ علیہ - جوغ سمرقند کا ایک گاؤں ہے۔ جس کی وجہ سے وہ جوغی کہلاتے ہیں۔ امام' فاضل' ادیب' شریعت و طریقت کے جامع اور عظیم خطیب تھے۔ علوم اولیاء پر خطاب فرماتے تھے۔ امام شمس الائمہ حلوائی کے شاگرد شمس الائمہ بکر بن محمد زرنجری سے علم فقہ پڑھا۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو اعلام الاخیار فی طبقات فقہاء مذہب النعمان المختار مصنفہ محمود بن سلطان کفوی رومی' کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون کے مصنف فرماتے ہیں کہ امام زادہ کی وفات 573 ھ میں ہوئی۔ (مصنف)

7 - تو دور صحابہ میں پیدا ہونے والی بات پر بھی اگر سب متفق ہو کر اسے بدعت کہہ دیں تو یہ غلط ہو گا۔ (مترجم)

8 - مصنفہ شیخ احمد رومی بحوالہ کشف الظنون بڑی نفیس کتاب (مصنف)

9 - یہ روم کے مدارس کے استاد' اپنے میدان کے شاہسوار اور اپنے ہم عصروں کے قائد تھے۔ مرتبہ کمال کو پایا تھا۔ امثال و اقران کی انگلیاں آپ کی طرف اٹھتی تھیں۔۔ اعلام الاخیار میں لکھا ہے کہ آپ کی وفات 931 ھ میں ہوئی۔ (مصنف)

10 - آپ ملاحظہ فرمائیں علوم شرعیہ پڑھنا اور پڑھانا اور انہیں مدون و مرتب کرنا

مقبول و مستحسن ہے۔ حالانکہ یہ انداز ادوار ثلاثہ میں نہیں تھا تو پھر یہ بدعت حسنہ ہے۔ (مترجم)

11 - طریقہ محمدیہ کی شرح میں علامہ عبدالغنی نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے کہ علوم و معارف کی طلب میں جوان ہوئے اور بڑی مہارت حاصل کی۔ علامہ محی الدین اخی زادہ کے پاس بھی حصول علم میں مصروف رہے۔ سلطان سلیمان کے دور میں ان کی فوج کے ایک جج مولانا عبدالرحمان کے ساتھ رہے۔ آپ سے بے شمار مخلوق نے فیض پایا' سلطان سلیم کے استاد کے ساتھ آپ کے گہرے مراسم تھے۔ دونوں میں گہری دوستی اور محبت تھی۔ انھوں نے آپ کے لئے برگل (با پر زبر) کے قصبہ میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا۔ آپ کا وصال 981 ھ میں ہوا آپ کی تالیفات میں یہ کتابیں بھی شامل ہیں۔ شرح مختصر الکافیہ علامہ بیضاوی' متن فی الفرائض' الطریقة المحمدیه' یہ آخری کتاب آپ کی شاہکار تصنیف ہے۔ ملخصا" (مصنف)

12 - سرکار ﷺ تو بدعت کو گمراہی قرار دے رہے ہیں اور فقہاء کچھ بدعات کو مباح' کچھ کو مستحب اور کچھ کو واجب قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ بدعات ہیں اور انہیں لازماً گمراہی ہونا چاہئے اس تضاد کو کیسے دور کیا جائے؟ (مترجم)

13 - خلاصہ کلام یہ ہے کہ دور خلفائے راشدین میں پیدا ہونے والی بات بھی بدعت نہ ہوئی۔ امور دنیا میں تجربہ بھی بدعت نہ ہوا تو پھر سرکار ﷺ کا یہ ارشاد کہ ہر بدعت ضلالت ہے صرف اس بدعت کے بارے میں ہو گا جو مبارک ادوار کے بعد بنائی گئی ہو گی اور وہ اسلام کے مقابلے میں آ کر اس میں اضافہ یا کمی کرتی ہو گی اور یہی حدیث نمبر تین کا مفہوم ہے۔ (مترجم)

14 - یعنی سرکار ﷺ نے خود فرما دیا ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو۔ (مترجم)

15 - عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی دمشقی بڑے محقق حنفی فاضل ہیں۔ ان کی شرح ان کے فضل و انصاف کا منہ بولتا ثبوت ہے آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔ نہایه المراء - شرح بدیه ابن العماد - خلاصه التحقیق فی مسائل التقلید و التلفیق۔ الؤلؤ المکنون فی الاخبار عما سیکون - غایه الوجازة فی تکرار الصلوة علی الجنازه وغیرہ کشف الظنون میں آپ کی وفات 1144 ھ لکھی ہے۔ علامہ عبدالفتاح فرماتے ہیں کہ کئی کتب میں آپ کی تاریخ وفات 1143 ھ لکھی ہے اور یہی صحیح تر ہے)

16 - مطلب یہ ہے کہ جو میں جانتا ہوں وہ سنت رسول ﷺ ہے اور جو میں نہیں جانتا وہ تیرا عمل ہے جو بدعت ہے تو پھر افضل وہ ہے جو میں جانتا ہوں اور وہ سنت

رسول ﷺ ہے کہ عید کا خطبہ نماز کے بعد ہے۔ (مترجم)

17 - یعنی سنت یہی ہے کہ خطبہ میں ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ امام مالک اور امام شافعی کا یہی ارشاد ہے۔ البتہ قاضی عیاض نے کچھ اسلاف اور کچھ مالکیوں سے اس کی اباحت نقل کرتے ہوئے یہ دلیل دی ہے کہ نماز استسقاء کے لئے سرکار ﷺ نے خطبہ جمعہ کے دوران ہاتھ مبارک اٹھائے تھے۔ پہلے گروہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ ایک عارضے کی وجہ سے ہے یعنی سنت دائمہ نہیں ہے۔ (ابو غدہ)

18 - یہ مسجد نبوی کے قریب مدینہ طیبہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ "حضرت عثمان ؓ نے تیسری اذان بازار کے ایک زوراء نامی گھر میں بڑھا دی۔

19 - اس کا نام تیسری اذان اس لئے رکھا کہ اس کے بعد اذان اور اقامت دو تھیں۔ امام نووی کی اس عبارت کا بھی یہی مفہوم ہے جو مصنف نے متن میں نقل کی ہے۔ (ابوغدہ)

20 - احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبید اللہ بن عبداللہ بن ابوالقاسم - ابن تیمیہ حرانی دمشقی تقی الدین ابوالعباس حنبلی کو اقوال سلف کی معرفت میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ وہ جو بھی مسئلہ بیان کرتے ہیں اس میں آئمہ اربعہ کے مذاہب کا لازماً بیان فرماتے ہیں، علم میں بے حد ماہر تھے اپنے اساتذہ کی زندگی میں ہی وہ عظیم علماء میں شمار ہوتے تھے۔ ذہبی کی یہی رائے ہے۔ ابن حجر عسقلانی الدرر الکامنہ جلد 1 ص 156 تا ص 160 بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ علامہ تاج الدین سبکی اور ابن سید الناس وغیرہ حضرات نے آپ کی بے حد مدح و ثنا فرمائی ہے۔

آپ سے کچھ عقائد فاسد بھی منقول ہیں جن کی وجہ سے علامہ یافعی اور علامہ ابن حجر مکی وغیرہ نے بے حد طعن و تشنیع کی ہے۔ بہرحال وہ ایک انسان تھے ان میں گناہ اور خطائیں بھی تھیں ان کی خطاؤں پر متنبہ ہونا چاہئے لیکن ان کی مہارت و فضل کا اعتراف بھی کرنا چاہئے۔ بقول ابن حجر ان کی وفات 728 ھ میں جیل میں ہوئی جہاں اس دور کے سلطان نے انہیں قید کر رکھا تھا۔ (مصنف)

عبدالفتاح فرماتے ہیں شیخ کے نسب نامے میں یہاں ایک غلطی ہو گئی ہے شائد ناقل سے یہ غلطی ہوئی ہے یہ غلطی سلسلہ نسب میں عبیداللہ کا لفظ لانے کی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کا نسب نامہ بیان کرنے والی خصوصی کتابوں کی طرف میں نے رجوع کیا تو وہاں عبیداللہ کی زیادتی سہو قلم ہے۔ مجھے اس خطا سے غفلت رہی اور یہی نسب نامہ میں نے الرفع و التکمیل میں فی الجرح و التعدیل کے ص 135 پر لکھ دیا وہاں بھی اسے صحیح کر لیا جائے۔ انتہیٰ

علامہ ابن تیمیہ کی علمی فضیلت میں کلام نہیں ہے مگر انہوں نے امت سے ہٹ کر جو نظریات پیش کئے وہ محل نزاع تھے، نزاع ہیں اور نزاع رہیں گے۔ دور حاضر کے کچھ لوگوں نے انہیں آئمہ اربعہ پر بھی ترجیح دی ہے یہ نہیں سوچا کہ وہ تو خود مقلد ہیں اور حنبلی ہیں پھر آئمہ کے پیروکاروں میں سینکڑوں حضرات علامہ ابن تیمیہ کی سطح کے موجود ہیں، اولیائے امت پر انہوں نے علمی تیر برسائے ہیں اور تین سلاسل چشتی، قادری اور سہروردی کو منقطع قرار دیا ہے۔ ہم نے مشائخ چشت پر اپنی کتاب میں بڑی تفصیل سے ان کی اس دلیل کی تردید کی ہے۔ سیدنا فخر جہاں دہلوی نے اپنی شہرہ آفاق عربی کتاب "فخر الحسن" میں ان کے دلائل کے علمی انداز سے تار و پود بکھیر دیئے ہیں۔ (مترجم)

21 - علامہ عبدالفتاح ابوغدہ کہتے ہیں سادات احناف کے فقہاء کی جو کتابیں میں نے پڑھی ہیں ان میں مجھے یہ تفصیل نہیں ملی۔ میں نے ابن نجیم اور علامہ زیلعی کی کنز کی شرحیں اور حواشی مطالعہ کئے نیز طحاوی کا حاشیہ درمختار بھی دیکھا۔ ابن عابدین کا درمختار پر حاشیہ بھی نظر سے گزرا۔ فتاویٰ ہندیہ اور فتاویٰ قاضی خان کی طرف بھی رجوع کیا۔ حضرت مصنف کی اپنی جامع عظیم کتاب "السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ" کا مطالعہ بھی کیا اس کی جلد 2 ص 34 پر باب الاذان کے متن والے اس قول پر تعلیقاً لکھا ہے کہ اذان اور اقامت دونوں جماعت والی مسجد میں مسافر اور نمازی ادا کریں۔

اس عبارت پر علامہ لکھنوی نے لکھا ہے اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ اگر مسجد میں جماعت سے قضا کرے تو اذان نہیں ہو گی۔ اگر مسجد میں نماز پڑھی جا چکی ہو اور وہ بعد میں نماز پڑھے تو اذان و اقامت دونوں مکروہ ہیں۔ یہی تمرتاشی اور حصکفی نے لکھا ہے۔ جو کیفیت بھی ہو جس نے یاد رکھا وہ یاد نہ رکھنے والے پر حجت ہے۔

22 - مصنف کا حوالہ ایک آرزو اور امید کی بنیاد پر تھا کہ وہ اپنی کتاب السعایہ مکمل فرما لیں گے اور یہ بحث اس میں آ جائے گی۔ لیکن اس آرزو کی تکمیل سے پہلے وہ وفات پا گئے۔ سعایہ کے باب الاذان میں اس حدیث کا ذکر نہیں ہے اور مصنف باب الامامہ یا ادراک الفریضہ یا قضاء الفوائت تک پہنچ ہی نہ پائے تھے۔ جہاں اس مسئلے کا ذکر کا گمان ہو سکتا تھا۔ کسی شاعر نے کتنی سچی بات کہی کہ بے شمار حسرتیں قبروں کے پیٹوں میں مدفون ہیں۔ (عبدالفتاح ابوغدہ)

23 - میم پر زبر ہے۔ یہ بعلبک کے ایک محلّہ کا نام ہے۔ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب "حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ" میں لکھا ہے کہ وہ ملک مصر کے مورخ ہیں۔ علوم میں مشغول رہے اکابر سے میل جول رکھا نظم و نثر دونوں میں لکھتے تھے۔ 846 ھ

میں فوت ہوئے۔ (مصنف)

24 - چونکہ دور فاروقی کا بالکل آخری حصہ تھا جب حضرت تمیم کو اجازت ملی لہٰذا عام لوگوں نے انہیں دور عثمانی میں ہی وعظ فرماتے سنا اسی لئے سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ نے دور عثمانی سے آغاز بتایا۔ (مترجم)

25 - یہ مل جائے تو اس کا بھی ترجمہ کر دوں۔ (مترجم)

26 - یہ کتاب علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم مصری حنفی کی تالیف ہے۔ انہوں نے ہی الاشباہ والنظائر لکھی اور بہت سے رسائل بھی لکھے۔ بڑے محقق علامہ اور باریک بین فقیہ تھے 970 ھ میں وصال ہوا۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو نجم الغزی کی کتاب الکواکب السائرہ فی اعیان المائہ العاشرۃ - (مصنف)

27 - قاضی خان سے مراد امام مجتہد فخر الدین حسن بن منصور اوز جندی ہیں۔ اوزجند اصبہان کے نواح میں ایک شہر ہے۔ آپ کا وصال 592 ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو مدینۃالعلوم (مصنف)

28 - مجھے یہ عبارت فتاویٰ قاضی خان میں نہیں ملی البتہ فتاویٰ مذکورہ کی جلد 1 ص 122 میں اس سے ملتی جلتی عبارت موجود ہے۔ شاید مصنف کے پاس جو نسخہ تھا اس میں یہ عبارت ہو۔ (ابوغدہ)

29 - ابھی آگے چل کر مصنف قنوت کے وقت رفع یدین اور تکبیر کا ثبوت فقہائے صحابہ و تابعین سے پیش فرمائیں گے۔ (عبدالفتاح ابوغدہ)

30 - وہ علامہ، ماہر فن، تیز نظر فاضل شیخ محمد معین سندھی متوفی 1161 ھ ہیں۔ ان کی یہ کتاب بارہ دراستوں پر مشتمل ہے۔ ان دراسات کا محور فقہ و حدیث کے متعلق ہے اور سب حدیث کی کتابوں پر وہ صحیحین کو افضل قرار دیتے ہیں۔ ان کی اس کتاب میں بہت سی قوی و مدلل بحثیں اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ بہت متین تھے اور علمی تبحر انہیں حاصل تھا۔ یہ کتاب دو دفعہ چھپی، پہلے 1284 ھ میں لاہور میں چھپی اور دوبارہ 1377 ھ (1957ء) کو کراچی میں چھپی۔ کراچی والی طباعت کی تحقیق علمی ہمارے دوست علامہ، محقق، محدث، فقیہ اور ناقد شیخ محمد عبدالرشید نعمانی ہندی نے کی، انہوں نے کتاب پر مفید اور شاندار تعلیقات لکھیں۔ عام فہرستوں کے علاوہ کتاب کے 455 صفحات ہیں۔ فہرستوں کی وجہ سے بڑی آسانی سے کتاب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ علم اور اصحاب علم کی طرف اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

دراسات پر تنقید

ان کی کتاب الدراسات پر علامہ، محقق، مدقق، ماہر فن، واقف علوم، نقاد شیخ

عبداللطیف قریشی سندھی نے شدید گرفت کی ہے۔ علامہ قریشی کی وفات 1189 ھ میں ہوئی۔ ان کی کتاب بڑی ضخیم ہے۔ انہوں نے کتاب کا نام ذب ذبابات الدراسات عن المذاہب الاربعہ المتناسبات رکھا یہ کتاب بھی 1381 ھ میں کراچی میں دو عظیم جلدوں میں، فہرستیں چھوڑ کر 1560 صفحات پر چھپی۔ صرف فہرستیں پانچ سو صفحات سے زائد ہیں، اس کی تحقیق بھی صاحب فضیلت برادر علامہ شیخ محمد عبدالرشید نعمانی نے فرمائی ہے۔ اللہ کریم انہیں سلامت رکھے اور اس محنت و تحقیق پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ (عبدالفتاح ابو غدہ)

31 - علامہ قریشی نے بڑا نفیس نام رکھا ہم اپنے قارئین کی اطلاع کے لئے اس کا معنی لکھ دیتے ہیں۔ "دراسات کی مکھیوں کو متناسب چاروں مذاہب سے دور کرنا" (مترجم)

32 - مجھے اس کے لئے کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ سرکار کریم ﷺ نے اسے لگاتار اور مواظبت سے زیر عمل رکھا ہو۔ بلکہ اسے چھوڑنے والے کو وعید فرمائی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر اسے واجب کہنا صحیح ہو سکتا تھا۔ لیکن میں اس کے باوجود اس پر عمل کرتا ہوں اور کبھی یہ تکبیر چھوڑتا نہیں کیونکہ مجھے حنفیوں سے حسن ظن ہے۔ لیکن میں اسے واجب نہیں سمجھتا۔

علامہ معین نے کہا کہ کوئی مرفوع حدیث اس تکبیر کے بارے میں نہیں ہے تو علامہ مدقق عبداللطیف سندھی نے ذب الذباب جلد 2 ص 484 پر لکھا انہوں نے مرفوع کی قید ذکر کی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرفوع حدیث تو نہیں ہے مگر موقوف انہیں ملی ہے۔ اسی طرح ان کا یہ قول کہ اس کا کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ بالکل عام کر کے ذکر کیا ہے۔ حالانکہ صحابہ کے موقوف اقوال اس مسئلہ میں عام ملتے ہیں پھر علامہ سندھی نے ان صحابہ کے نام لکھے ہیں جن سے تکبیر قنوت ثابت ہے۔ ان میں سے اکثر صحابہ کا ذکر آگے مولف کے کلام میں آرہا ہے لہٰذا محقق سندھی کا کلام ہم نقل نہیں کرتے۔ (عبدالفتاح ابوغدہ)

33 - مدقق عبداللطیف ذب الذبابات جلد 2 ص 486 پر لکھتے ہیں کہ رفع یدین کے واجب ہونے کا قول احناف سے ثابت نہیں ہے۔ ہاں انہیں سنت مستحبہ کہنا ان سے ثابت ہے۔ انتہیٰ۔ کلام مصنف میں اس کا مصداق البحر اور فتاویٰ قاضی خان کے حوالے سے پہلے ص 33، 34 پر گزر چکا ہے۔

34 - علامہ معین کا یہ اپنا خیال ہے کہ حنفیوں نے قنوت کے لئے تکبیر اور رفع یدین کی بدعت پیدا کی۔ مصنف ابھی کتاب کے اگلے صفحات میں اس کی تردید فرما دیں گے۔ (عبدالفتاح)

35 - یہ امیر کاتب بن امیر عمر قوام الدین اتقانی ہیں۔ اتقان کے ہمزہ کے نیچے زیر ہے

کچھ لوگ اسے زبر بھی پڑھتے ہیں۔ فاراب کے نواح کا ایک قصبہ ہے' علامہ مذہب حنفی کے چوٹی کے آدمی ہیں' حسن المحاضرہ میں ہے کہ آپ کا وصال 758 ھ میں ہوا۔ (مصنف)

36 - جمع - جیم پر زبر میم پر جزم مزدلفہ کا نام ہے۔ مصباح المنیر میں ہے کہ وہاں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اسی لئے اسے جمع کہتے ہیں۔ یا اس لئے جمع کہتے ہیں کہ وہاں حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوا علیہما السلام سے ملے۔ (عبدالفتاح)

37 - تکبیر ہر انتقال کے وقت ہے۔ یہاں بھی قرات سے ہم ایک اور عمل کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔ تو قیاس چاہتا ہے کہ تکبیر ہو لہٰذا یہ خلاف قیاس نہیں۔ (مترجم)

38 - یہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی ہیں۔ فقہ میں ان کا متن ملتقی الابحر کے نام سے مشہور ہے۔ منیۃ المصلی پر ان کی دو شرحیں ہیں۔ ایک غنیۃ المتملی ہے جسے عموماً کبیری کہتے ہیں اسی کے خلاصے کا نام صغیری ہے۔ یہ حلب کے رہنے والے تھے پہلے اپنے شہر کے علماء سے پڑھا پھر مصر اور روم گئے اور وہاں کے علماء سے علم حاصل فرمایا۔ قسطنطنیہ کو اپنا وطن قرار دیا' جامع مسجد سلطان محمد خان کے وہاں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں آپ کی تاریخ وفات 956 ھ لکھی ہے۔ (مصنف)

39 - اتنے مختلف حوالوں سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ صحابہ و تابعین قنوت کے وقت تکبیر بھی کہتے تھے اور رفع یدین بھی فرماتے تھے تو کیا یہ عمل وہ از خود کر رہے تھے یا سرکار ﷺ کو ایسے عمل کرتے دیکھا تھا؟ صحابہ از خود ایک شرعی مسئلے میں ایسا نہیں کر سکتے تھے انہوں نے لازماً سرکار علیہ السلام کو ایسا کرتے دیکھا ہو گا اور پھر اس پر خود عمل کیا ہو گا اور یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ شرعی معاملات میں صحابہ کا عمل حدیث موقوف ہے اور وہ یہ عمل اتباع رسول ﷺ کی وجہ سے کرتے تھے۔ ان وجوہات کے پیش نظر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ عمل رسول ﷺ ہے اور سنت ہے۔ اس کے کرنے پر ثواب و جزاء لازمی ہے اور نہ کرنے سے گناہ کا لزوم ہو گا لہٰذا جن عظیم مصنفین نے صحابہ کرامؓ سے اس کا ثبوت مہیا کیا ہے ان کا واضح مطلب اسے سنت ثابت کرنا ہے۔ ان کے مقابلے میں علامہ معین وغیرہ کے استدلال کی کوئی حیثیت نہیں۔ (مترجم)

40 - تثویب کا مطلب اعلان و اعلام کے بعد دوبارہ اعلان کرنا ہوتا ہے۔ یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز ظہر یا نماز عصر کی اذان اور اقامت کے درمیان اس شخص نے بلند سے آواز سے الصلوۃ خیر من النوم یا الصلوۃ رحمکم اللہ (نماز تیار ہے اللہ تم پر رحم فرمائے) کہا۔ (عبدالفتاح)

41 - عینی بدرالدین قاضی القضاۃ محمود بن احمد بن موسیٰ عینی ہیں۔ حلب کے ایک گاؤں کا نام عیناب ہے اسی کی نسبت سے آپ عینی کہلاتے ہیں' علامہ سیوطی اپنی کتاب حسن المحاضرہ میں فرماتے ہیں' عینی نے فقہ پڑھا بڑے ممتاز اور ماہر ہوئے حنفیہ کے کئی دفعہ قاضی بنے آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔
1 - شرح صحیح بخاری 2 - شرح معانی الاثار 3 - شرح ہدایہ 4 - شرح کنز 5 - شرح مجمع البحرین وغیرہ - آپ کا وصال ذو الحج 855 ھ میں ہوا۔ (مصنف)

42 - یہ علی بن محمد سلطان ہروی مکی حنفی ہیں' علامہ محمد بن فضل اللہ محبی نے اپنی کتاب خلاصۃ العصر فی اعیان القرن الحادی عشر میں لکھا ہے کہ علامہ قاری علم کے مراکز میں سے ایک ہیں' اپنے زمانے کے بے مثل ہیں' تحقیق میں عظیم المرتبت اور تنقیح عبارات میں بے مثال ہیں' ہراۃ میں پیدا ہوئے مکہ شریف چلے گئے وہاں استاذ ابوالحسن بکری' سید زکریا حسنی' علامہ شہاب احمد بن حجر مکی' شیخ عبداللہ سندھی اور علامہ قطب الدین مکی سے علوم حاصل کئے' آپ بہت مشہور ہوئے ہر طرف آپ کا چرچا ہو گیا۔ بہت ساری بہت لطیف کتابیں لکھیں چند یہ ہیں۔
1 - کئی جلدوں پر مشتمل مشکوۃ کی شرح ان کی کتابوں میں یہ سب سے بڑی اور جلیل المرتبت ہے۔ 2 - شرح الشفاء 3 - شرح الشمائل 4 - شرح النخبۃ کی شرح وغیرہ۔ آپ کا وصال مکہ مکرمہ میں شوال 1014 ھ میں ہوا۔ علامہ محبی کا کلام ملخصاً ختم ہوا (مصنف)

43 - ایسے حکام اور آفیسرز جو ہمہ وقت مسلمانوں کے کام میں مصروف ہوں۔ اگر وہ کام میں لگے رہیں اور جماعت سے پہلے انہیں اطلاع بذریعہ تثویب ہو جائے تو جائز ہے اس لئے کہ اس طرح مسلمانوں کے اجتماعی کام میں حرج نہیں ہوتا یعنی فرد کی ضروریات پر جماعت کی ضروریات مقدم ہیں۔ چونکہ امام ابویوسف خود چیف جسٹس تھے لہٰذا ان مصروفیات کا انہیں بہتر علم تھا۔ سید کل ﷺ کی ہمہ وقتی مصروفیات کسی سے مخفی نہیں ہیں لہٰذا وہاں بھی حضرت بلال ؓ تثویب کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ یہ حدیث سند ہے جواز کی' اسلام نے ہر طبقہ کا خیال رکھا ہے تاکہ دین سب کے لئے آسان رہے دقت نہ ہو۔ (مترجم)

44 - یعنی زیادہ احادیث سے آہستہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے لہٰذا سر والا معاملہ زیادہ قوی ہے۔ (مترجم)

45 - ان دونوں جگہوں پر بھی بدعت بمعنی عام (نوپید) استعمال ہوا ہے۔ بدعت بمعنی گمراہی نہیں اسے بدعت کہہ کر انہوں نے اس کی تحسین فرمائی ہے۔ (ابوغدہ)

46 - علامہ قسطلانی' احمد بن محمد ابوبکر بن عبدالملک بن احمد مصری شافعی ہیں۔ آپ

851 ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ شہاب طهاوی' برہان عجلونی اور شمس الدین احمد سخاوی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ علوم و فنون میں بڑے ماہر و یکتا ہو گئے۔ حج کیا اور دو دفعہ مکہ مکرمہ آئے' مصر میں وعظ کرتے تھے۔ آپ کے استاد علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع میں لکھا ہے۔ وعظ میں ان کی مثل اور کوئی نہیں تھا' زرقانی نے شرح المواہب میں لکھا ہے کہ ان کی وفات قاہرہ میں 923 ھ میں ہوئی' عینی کے مدرسہ میں وہ مدفون ہوئے مواہب لدنیہ کے علاوہ علامہ قسطلانی کی بہت سی تصانیف میں سے کچھ یہ ہیں 1 - ارشاد الساری شرح صحیح البخاری' اس کا خلاصہ بنام 2 - الاسعاد مختصر الارشاد 3 - شرح صحیح مسلم کتاب الحج تک 4 - شرح الشاطبیہ 5 - شرح البردہ 6 - مسالک الحنفاء فی الصلوات علی المصطفیٰ 7 - لطائف الاشارات فی القراءات وغیرہ

زرقانی نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ علامہ شبرا ملسی نے مواہب کے حواشی میں لکھا ہے کہ قسطلانی کے قاف پر زبر اور لام پر شد ہے۔ اسی طرح زبانوں پر جاری ہے۔ طبقات مالکیہ میں ابن فرحون ص 67 پر لکھتے ہیں قسطیلیہ کی طرف نسبت ہے۔ یہ شہر افریقہ کے مغربی علاقوں میں ہے۔ لوگوں نے قسطیلیہ قاف پر پیش سے بھی پڑھا ہے۔ (مصنف)

علامہ عبدالفتاح کہتے ہیں میں نے یہاں ابن فرحون کا کلام تاج العروس ج 8 ص 80 سے نقل کیا ہے۔ ان کے مطبوعہ طبقات سے نہیں۔ آپ رسالہ متفرقہ ص 102 بھی ملاحظہ فرمالیں۔ پھر لازماً ہمارے شیخ کوثری کو بھی تذکرۃ الحفاظ کے ذیل میں ص 77,76 میں ملاحظہ کر لیں۔

47 - مطلب یہ ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ میں نے نہیں دیکھا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو انہوں نے دیکھا نہ ہو وہ حقیقتاً موجود بھی نہ ہو ہم نے بے شمار لوگ اور مقامات نہیں دیکھے مگر وہ موجود ہیں۔ (مترجم)

48 - اس صورت میں وہ صفت ختم ہو گی مگر نوافل تو باقی رہیں گے۔ (مترجم)

49 - آپ امام الحفاظ' قاضی القضاۃ' شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی کنانی عسقلانی مصری ہیں۔ آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں 1 - فتح الباری شرح بخاری 2 - تہذیب التہذیب 3 - تقریب التہذیب 4 لسان المیزان 5 - الاصابہ فی ذکر الصحابہ 6 - نخبہ اور اس کی دونوں شرحیں

ان کے علاوہ اور بہت سی مشہور کتب ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ آپ 773 ھ میں پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے آپ نے علم شعر پڑھا اور اس میں انتہا کر دی۔ پھر حدیث پڑھی بہت سے علماء سے حدیث سنی حدیث کے لئے

سفر کئے حافظ زین العابدین عراقی سے مل کر تخریج احادیث فرماتے رہے۔ ماہر ہوئے اور سب فنون میں بہت آگے نکل گئے۔ حدیث کے لئے مصر اور علم حدیث میں ریاست ساری دنیا میں آپ پر انتہا پذیر ہوئی۔ آپ کی وفات ذوالحج 852 ھ میں ہوئی اور فن کا آپ پر خاتمہ ہو گیا۔ (انتھیٰ)

ابن حجر کے لفظ سے اس لئے مشہور ہیں کہ ان کے پاس مال اور جائیداد کی کثرت تھی تو حجر سے مراد سونا چاندی ہے۔ لوگ یہی کہتے ہیں (مطلب یہ ہوا کہ سونا چاندی ان کے ہاں پتھروں کی طرح تھا) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ان کے ذہن کی عمدگی اور ان کی رائے کی پختگی پتھر کی طرح سخت تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے پانچویں دادا کا نام حجر تھا۔ نخبہ کی شرحوں میں یہی مذکور ہے۔ مصنف علامہ عبدالفتاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آخری وجہ زیادہ صحیح ہے۔ آپ کے شاگرد حافظ سخاوی نے اپنی کتاب الضوء اللامع جلد 2 ص 36 میں آپ کے ترجمے میں لکھا ہے کہ آپ ابن حجر سے معروف ہیں کیونکہ یہ آپ کے آباء میں سے ایک کا نام ہے۔

50 - آپ حسن بن محمد صمری ہیں۔ اصلاً صاغانی ہیں۔ ولادت لاہور میں ہوئی اور وفات بغداد میں ہوئی۔ محدث لغوی' حنفی ہیں۔ لغت میں العباب لکھی مشارق الانوار اور احادیث موضوعہ بھی لکھیں کئی اور کتابیں بھی لکھی ہیں۔ 656 ھ میں وصال ہوا۔ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب طبقات حنفیہ میں یہی لکھا ہے۔ (مصنف)

51 - سخاوی نے "الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع" میں ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ علی بن محمد بن علی بن سید زین' ابوالحسن الحسینی جرجانی حنفی عالم مشرق ہیں عموماً سید شریف کے نام سے متعارف ہیں۔ اپنے علاقے میں علوم پڑھتے رہے۔ مفتاح کے شارح النور الطاؤوسی سے ہی مفتاح پڑھی۔ قطب کی شرح مفتاح مولف کے صاحبزادے مخلص الدین سے پڑھی پھر قاہرہ تشریف لے گئے اور علامہ اکمل الدین سے کتاب العنایہ پڑھی وہاں چار سال رہ کر رومی علاقہ میں تشریف لے گئے پھر علاقہ عجم میں آئے۔ عفیف جرجی نے آپ کو اپنے دور کا یکتا اور اپنے زمانے کا بے مثل' علمائے عالمین کا بادشاہ اور عظیم المرتبت مفسرین کا افتخار قرار دیا ہے۔ پچاس سے زیادہ آپ کی تصانیف ہیں۔ میں کہتا ہوں ان میں سے میرے لئے چند کی تعیین ابن سبط نے یوں کی۔
1 - تفسیر الزہراوین 2 - شرح الفرائض السراجیہ 3 - الوقایہ 4 - المواقف والمفتاح 5 - التذکرہ 6 - الچغمینی 7 - الکافیہ 8 - حاشیہ بیضاوی 9 - حاشیہ مشکوۃ 40 - خلاصہ طیبی 11 - الہدایہ وغیرہ - 816 ھ میں شیراز میں وصال ہوا۔ (مصنف)

52 - آپ قاسم قطلوبغا زین الدین حنفی ہیں۔ حافظ ابن حجر سے علوم حدیث پڑھے۔

سراج قار الہدایہ سے بھی پڑھا۔ ابن ہمام کے ساتھ رہے۔ علم حدیث میں مہارت پیدا کی اس میں کتابیں لکھیں فقہ میں کئی تصانیف ہیں آپ کی وفات 897 ھ میں ہوئی۔ الضوء اللامع میں سخاوی نے یہی لکھتے ہوئے انہیں امام' علامہ' فنون میں قوی تجربہ کار' عظیم ادیب' اپنے مذہب کو سامنے لانے میں انہیں کامل دسترس حاصل تھی اور اس فن میں وہ بہت آگے تھے۔ (مصنف)

53 - قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ اب جہاں کسی کتاب کی عبارت ختم ہو گی ہم وہاں بطور علامت انتہی کا لفظ لکھ دیں گے جس کا مطلب ہے کہ عبارت ختم ہوئی۔ (مترجم)

54 - علامہ ابن امیر کی تحقیق

علامہ محقق ابن امیر حاج حلبی نے التقریر والتحبیر فی شرح کتاب التحریر جلد 3 ص 99 پر لکھا ہے کہ ابن عمر اور ان کے صاحبزادے کی روایت نیز جابر' ابن عباس اور انس (علیہم الرضوان) کی روایت کی کئی اسناد ہیں۔ ان میں مذکورہ عبارت اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اہتدیتم مفہوم کے بہت زیادہ قریب ہے۔ وہ سند جو ابن عدی نے الکامل میں اور ابن عبدالبر نے کتاب العلم میں ابن عمر﷜ سے روایت کی ہے کہ سید کل ﷺ نے فرمایا مثل اصحابی مثل النجوم یھتدی بھا - فایھم اقتدیتم بقولہ اہتدیتم (میرے صحابہ کی مثال ان ستاروں جیسی ہے جن سے راستے معلوم کئے جاتے ہیں جس صحابی کا قول بھی تم لو راستہ پا لو گے) دار قطنی اور ابن عبدالبر کی روایت حضرت جابر﷜ سے ہے۔ اسی مفہوم کے الفاظ یوں ہیں مثل اصحابی فی امتی مثل النجوم فبایھم اقتدیتم اہتدیتم (میری امت میں میرے صحابہ کی مثال ستاروں جیسی ہے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے) ہاں ان میں سے کوئی سند بھی مقام صحت تک نہیں پہنچتی۔ اسی لئے امام احمد نے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور بزار کا ارشاد ہے یہ کلام نبی ﷺ سے صحیح نہیں ہے ہاں بیہقی نے کتاب الاعتقاد کے ص 160 پر لکھا ہے۔ ہم نے اسے ایک موصول حدیث کے ذریعے روایت کیا ہے مگر سند قوی نہیں ہے ایک اور بھی ہے مگر وہ مقطوع ہے' لیکن حدیث میں یہی معنی موجود ہیں۔ اور وہ حضرت ابوموسیٰ﷜ کی مرفوع حدیث ہے۔ "ستارے آسمان کے لئے امن ہیں جب ستارے نہیں رہیں گے تو جس کا تمہیں وعدہ دیا جا رہا ہے وہ بات آسمان پر آ جائے گی اور میں اپنے صحابہ کے لئے امن ہوں جب میں چلا جاؤں گا میرے صحابہ وہ دیکھ لیں گے جس کا ان کو وعدہ دیا جا رہا ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امن ہیں جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری

امت وہ پا لے گی جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔" اسے مسلم نے روایت کیا۔

55 - یہ حدیث عرباض بن ساریہ سلمی﷜ کی روایت کردہ حدیث کا ایک حصہ ہے۔ یہ ص 19 پر تعلیقاً گزر چکی ہے۔ وہاں متعلقہ کتب کے صفحات دے دیئے گئے ہیں یہاں مقام کی زیادہ وضاحت کے لئے ہم اصل حدیث کے الفاظ امام احمد اور ان کے شاگرد امام ابوداؤد کی روایت سے نقل کر رہے ہیں "عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ ایک دن سید کل ﷺ نے ہمیں نماز پڑھا کر ہماری طرف منہ مبارک پھیرا بڑا جامع اور بلیغ وعظ فرمایا لوگوں کے آنسو بہنے لگے دل خوف خدا سے دھڑکنے لگے ایک شخص بولا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ الوداعی وعظ ہے تو آپ ﷺ ہم سے کیا عہد لینا چاہتے ہیں؟ سرکار ﷺ نے فرمایا تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں (اور مسلمان حکام کی بات) سننے اور ان کی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں خواہ وہ حاکم حبشی غلام کیوں نہ ہو کیونکہ جو بھی تم میں سے میرے بعد زندہ ہو گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا' میری سنت اور خلفائے راشدین' مہدیین کی سنت کو لازم پکڑنا' اس سے تمسک کرنا اسے اپنی ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑنا' نئی باتوں سے بچنا کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے" (ابو غدہ)

56 - یہ ارشاد نبوی حضرت حذیفہ﷜ سے مروی ہے۔ (سند احمد' 5 = 282) امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ (ابن ماجہ' 1 = 37)

57 - ملاحظہ ہو مسند احمد جلد 1 ص 379' ہیثمی کی مجمع الزوائد جلد 1 ص 177 بزار۔ طبرانی کی الکبیر وغیرہ' ہیثمی کہتے ہیں سب راوی ثقہ ہیں مسند پر اپنی تعلیق میں علامہ احمد شاکر نے کہا کہ اس کی سندیں صحیح ہیں۔ ملاحظہ ہو جلد 5 ص 211

مسند میں امام احمد کی روایت اور مجمع الزوائد میں ہیثمی کی روایت مصنف کی روایت سے زیادہ مکمل ہے۔ الفاظ یہ ہیں "اللہ کریم نے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو سید کل ﷺ کے دل مبارک کو سب بندوں کے دلوں سے بہت اچھا پایا تو اسے اپنے لئے چن کر رسالت عطا فرما کر بھیجا پھر سید کل ﷺ کے مبارک دل کے بعد سب بندوں کے دلوں کو دیکھا تو سب دلوں سے آپ کے صحابہ کرام کے دلوں کو افضل پایا تو انہیں اپنے نبی کا وزیر بنایا تاکہ وہ ان کے دین کے دفاع کے لئے لڑیں پس جسے مسلمان (صحابہ کرام) اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حسین و بہتر ہے اور جسے یہ مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کریم کے ہاں بھی برا ہے" (عبدالفتاح)

حموی نے حواشی الاشباہ میں لکھا ہے کہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں فرمایا ہے کہ ماراہ المسلمون والی حدیث کو امام احمد نے کتاب السنہ میں روایت کیا ہے۔ جس کسی نے مسند میں اس کی روایت کا ذکر کیا ہے وہ وہم ہے کہ وائل بذریعہ ابن مسعود یہ

مسند میں موجود ہے اور یہ موقوف و حسن حدیث ہے۔ انتہیٰ - اشباہ کے مصنف نے علائی سے روایت کیا ہے کہ امام احمد نے اسے مسند میں روایت کیا ہے اور میں نے اسے اپنے رسالہ تحفۃ الاخیار میں نقل کیا ہے۔ پھر اللہ کریم نے مجھے (علامہ عبدالحی) امام احمد کی مسند کا ایک نسخہ عطا فرما دیا تو میں نے اس میں یہ حدیث دیکھ لی اب مجھے معلوم ہو گیا کہ جنہوں نے کہا تھا مسند کی طرف اس حدیث کی نسبت وہم ہے۔ یہ وہم نہیں بلکہ ان کا یہ قول خود وہم ہے۔ (مصنف)

68 - آج علم سے عاری کچھ نام نہاد علماء ان مباحث کو نہ سمجھتے ہوئے ہر شے کو بدعت قرار دے دیتے ہیں اور مسلمانوں کو نہ صرف بدعتی بلکہ مشرک کہتے رہتے ہیں ان کی علمی یتیمی پر رحم آتا ہے مگر ملت کو ان لوگوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے کاش وہ ماہر علماء کی کتابیں مطالعہ کر سکتے اور اپنے نظریات ملت کے نظریات کے مطابق ڈھال سکتے۔ (مترجم)

59 - یہ نہیں سوچا کہ اس کی زد براہ راست صحابہ کرام پر پڑتی ہے۔ العیاذ باللہ اگر صحابہ ہی بدعتی قرار دے دیئے جائیں جن سے سارا اسلام منقول ہے تو پھر آج کے اسلام کا کیا اعتبار ہو گا۔ (مترجم)

60 - یعنی یہ کہہ دیا کہ بدعت حسنہ عموم حدیث میں شامل نہیں ہے لہٰذا یہ تو ہدایت ہے گمراہی نہیں ہو سکتی۔ (مترجم)

61 - کاش علامہ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کچھ ایسی باتیں ذکر فرما جاتے' اور فقیر بھی مترجم نہ ہوتا بلکہ اصل موضوع پر کتابچہ لکھ رہا ہوتا تو حقیقی اور مصنوعی بدعات کی بھرپور وضاحت کر دیتا۔ (مترجم)

62 - آپ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن احاق ہیں۔ ابن خلقان نے تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ عظیم المرتبت محدث تھے اور ثقہ حفاظ میں بہت بڑے تھے۔ آپ کی کتاب حلیہ بہت اچھی کتاب ہے۔ آپ کا وصال 437 ھ میں ہوا۔ اصبہان کے الف پر زبر اور زیر دونوں جائز ہیں۔ صاد مہملہ ساکن ہے بائے موحدہ پر زبر ہے با کے بدلے فا بھی پڑھی جاتی ہے۔ پہاڑی علاقہ کا بہت مشہور شہر ہے۔ اس کا بانی سکندر ذوالقرنین ہے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو انساب السمعانی - (مصنف)

63 - آپ اسماعیل بن کثیر بن ضوء بن کثیر دمشقی شافعی ہیں۔ طبقات شافعیہ میں علامہ تقی الدین بن شبہ نے لکھا ہے کہ ابوالحجاج نمری کے ساتھ رہے اور مل کر جاگتے رہے۔ ابن تیمیہ سے بھی بہت کچھ پڑھا متون کے حفظ' اسانید' علل' رجال اور تاریخ کے یاد کرنے پر پوری توجہ دی جوانی میں ہی زبردست ماہر ہو گئے۔ 774 ھ میں وصال ہوا۔ انتہیٰ- ابن حجر نے درر کامنہ فی اعیان المائہ الثامنہ

میں لکھا ہے کہ ابن کثیر بڑے حاضر دماغ تھے۔ ہر علم دماغ میں موجود پاتے' ان کی زندگی میں ہی ان کی کتابیں سب شہروں اور ملکوں میں پھیل گئیں' علامہ ذہبی نے معجم میں لکھا ہے کہ پختہ کار فقیہ محدث اور مفسر تھے۔ (مصنف)

64 - غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ سید کل ﷺ کا ارشاد ہے جس نے نماز عشاء جماعت سے پڑھی اور صبح بھی جماعت سے ادا کی تو گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔ (مفہوم ہے) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سوچا ہو گا اگر نماز باجماعت سے ہو گئی ہوتی تو کچھ لمحات سو سکتے تھے وہ لمحات بھی قیام لیل میں شمار ہوتے اب جبکہ جماعت نہیں ملی تو پوری رات جاگ کر قیام ضروری ہے تاکہ کوئی رات بے قیام نہ رہے۔ (مترجم)

65 - آپ عبدالکریم بن ابوبکر محمد بن ابوالمظفر تمیمی سمعانی ہیں۔ سمعان سین پر زبر ہے بنی تمیم کی ایک شاخ ہے آپ مروزی ہیں شافعی فقیہ اور حافظ حدیث ہیں ابن خلکان کہتے ہیں طلب علم و حدیث میں آپ زمین کے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں گئے۔ ماوراء النہر' خراسان' عراق اور حجاز وغیرہ کے سب شہروں میں طلب علم کے لئے گئے۔ علماء سے ملے ان کی صحبت اختیار کی اور بڑی خوبصورت کتابیں لکھیں۔ چند نام یہ ہیں (1) تاریخ بغداد مصنفہ خطیب بغدادی پر نوٹ لکھے۔ (2) بیس جلدوں سے زائد تاریخ مرو (3) الانساب آٹھ جلدیں' عزالدین ابن اثیر نے اسی کا تین جلدوں میں خلاصہ لکھا ہے۔ سمعانی کی وفات 526 ھ میں مرو میں ہوئی۔ (مصنف)

66 - آپ شہاب الدین احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر شافعی ہیتمی ہیں۔ ہیتم تا سے ہے محلہ ابو ہیتم کی طرف نسبت ہے مصر کا ایک حصہ ہے ان کے دادا کی شہرت لفظ حجر سے اس لئے ہوئی کہ وہ سب احوال میں بالکل خاموش رہتے تھے بلاضرورت بالکل نہیں بولتے تھے۔ محمد بن فضل محبی دمشقی نے "خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر" میں ان کے پوتے رضی الدین کے تعارف میں یہی لکھا ہے۔ آپ بڑے محقق شافعی فقیہ ہیں۔

آپ کی تصانیف میں سے چند یہ ہیں۔ (1) فتح المبین شرح اربعین نووی (2) القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر (3) الجوہر المنظم فی زیارۃ قبر النبی المعظم (4) شرح منہاج النووی (5) شن الغارہ فی مسئلہ خضاب الرجال بالحناء وغیرہ' خلاصۃ الاثر کے مصنف کی عبارت سے جو انہوں نے عبدالعزیز زمری کے ترجمے میں لکھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات 994 ھ میں ہوئی (مصنف)

67 - پوری بات یوں ہے کہ جب شام ہوتی تو ان کے گھر میں جو ساری اشیاء' کھانا اور کپڑے ہوتے صدقہ فرما کر کہتے میرے اللہ! اگر کوئی بھوک سے مر جائے تو اس کی وجہ سے میرا مواخذہ نہ فرمانا اور کوئی ننگا مر جائے تو میری گرفت نہ فرمانا۔ انتہیٰ ده

ایسا محسوس کرتے تھے کہ گویا سب لوگوں کی حفاظت کا ان سے ہی سوال ہونا ہے۔ (ابوغدہ)

68 - آپ محمد بن احمد بن عثمان حافظ حدیث شمس الدین ترکمانی ذہبی ہیں۔ آپ (1) الکاشف (2) میزان الاعتدال (3) المغنی (4) سیر اعلام النبلاء اور (5) العبر وغیرہ کے مصنف ہیں۔ مدینتہ العلوم کے مصنف فرماتے ہیں آپ حفظ میں امام وجود ہیں' معنوی اور لفظی حیثیت سے زمانے کا (نادر الوجود) ہیں۔ جرح و تعدیل کے شیخ ہیں۔ آپ کی ولادت 673 ھ میں ہوئی ان کے اساتذہ لاتعداد ہیں۔ آپ مذہباً شافعی اور اعتقاداً حنبلی تھے۔ آپ کا وصال 748 ھ میں ہوا۔ (مصنف)

69 - آپ عبداللہ بن علی بن سلیمان بن فلاح تمیمی یمنی شافعی کی ہیں۔ اپنے زمانے کے قطب تھے۔ ولادت 98' 697 ھ میں ہوئی۔ یمن اور مکہ مکرمہ کے اساتذہ کے پاس رہ کر پڑھا۔ دس سال تک بالکل حجاز کے شہروں میں سرگرداں رہے۔ طبقات میں علامہ اسنوی نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کثیر التصانیف ہیں۔ فقراء کے لئے بہت ایثار فرماتے تھے' ابن ابی رافع کا قول ہے کہ آپ کا ذکر پھیلا اور شہرت عام ہوئی۔ ابن حجر نے الدرر الکامنہ میں آپ کی تاریخ وفات 768 ھ میں لکھی ہے۔ (مصنف)

70 - حضرت مسروق کا وصال 63 ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو ابن کثیر کی کتاب البدایہ والنھایہ جلد 8 ص 224 (ابوغدہ)

71 - ابونعیم نے ایک اور سند کے ذریعے حلیہ جلد 2 ص 163 پر لکھا ہے کہ یزید بن حازم فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب مسلسل روزے رکھتے تھے۔ (عبدالفتاح)

72 - ایک روایت میں تو یہ بھی ہے کہ اس رات بھی آپ نے اپنا معمول نہیں چھوڑا۔ علامہ ابن خلکان نے اپنی کتاب وفات الاعیان (ج 2 - ص 20 - 419) میں ان کے ترجمے میں واقعہ کا یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر مدینہ طیبہ سے ولید بن عبدالملک کے پاس شام تشریف لائے۔ آپ کا صاحبزادہ محمد بن عروہ بھی ساتھ تھا۔ وہ جانوروں کے باڑے میں چلا گیا ایک جانور نے اسے مارا تو وہ گر کر مر گیا۔

صبر تو صبر کر

حضرت عروہ کے پاؤں میں شدید کھجلی شروع ہوئی۔ ولید نے انہیں کہا پاؤں کاٹ دیں ورنہ سارا جسم بگڑ جائے گا۔ (یہاں لفظ اکلہ سے مراد پاؤں کی ایسی کھجلی ہے جس سے گوشت جلنے اور گرنے لگ جاتا ہے۔ یہ گوشت کھا کھجلی ہوتی ہے۔ (مترجم) جب قصاب کاٹنے کے لئے آیا تو لوگوں نے حضرت عروہ سے عرض کیا ہم آپ کو شراب پلا

دیتے ہیں تاکہ درد کا احساس نہ ہو تو آپ نے جواب دیا میں اپنی متوقع شفا پر اللہ کی حرام کردہ شے سے مدد نہیں لوں گا۔ لوگوں نے پھر عرض کیا ہم آپ کو خواب آور دوائی پلا دیتے ہیں انہوں نے جواب دیا میں نہیں چاہتا کہ میرے اعضاء سے ایک عضو کٹ جائے اور میں حصول ثواب کے لئے اس کا درد محسوس نہ کروں۔ کچھ لوگ اندر آئے جنہیں آپ پہچانتے نہیں تھے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں لوگوں نے بتایا پاؤں کاٹتے وقت یہ لوگ آپ کو پکڑ لیں گے کیونکہ درد کی وجہ سے صبر جاتا رہتا ہے۔ آپ نے جواب دیا میری جان کی طرف سے آپ کو ایسے وسوسے نہیں آنے چاہئیں۔ مجھے پکڑنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ان کا ٹخنہ چھری سے کاٹ دیا گیا۔ جب بات ہڈی کی آئی اور اس پر آری رکھ کر اسے کاٹا گیا تو آپ اللہ اکبر اور لا الا اللہ پڑھتے رہے۔ کسی نے آپ کو تھاما تک نہیں تھا۔ پھر لوہے کے بچھے میں زیتون کا تیل آپ کے لئے ابالا گیا اور زخم کو داغا گیا تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش میں آئے تو آپ چہرے سے پسینہ پونچھ رہے تھے۔ اور قرآنی جملہ پڑھ رہے تھے۔ لقد لقینا من سفرنا هذا نصبا (ہم اس سفر سے تھک گئے ہیں) جب اپنا پاؤں لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھا تو ان سے لے کر الٹ پلٹ کر فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے تجھ پر اٹھائے رکھا۔ اسے علم ہے کہ میں تیرے ذریعے کبھی حرام تک چل کر نہیں گیا۔

کیا آزمائش ہے

اسی سال بنی عبس کے قبیلے کا ایک گروہ وفد لے کر شام آیا ان میں ایک نابینا بھی تھا' ولید نے اس سے اس کی آنکھوں کا ماجرا پوچھا؟ اس نے جواب دیا اے امیر المومنین! میں بطن وادی میں ایک رات سو رہا تھا اور کسی عبسی کے پاس مجھ سے بڑھ کر مال نہیں تھا رات کو سیلاب آیا ایک اونٹ اور ایک نومولود بچے کے بغیر میرے سارے گھر کے افراد' اولاد اور مال کو بہا کر لے گیا اونٹ بڑا کرخت تھا وہ بھاگ کھڑا ہوا' میں نے بچے کو رکھ کر اونٹ کا پیچھا کیا' میں ابھی تھوڑا ہی دور گیا تھا اونٹ کے پیچھے کہ میں نے بچے کی چیخ سنی اس کا سر بھیڑیئے کے منہ میں تھا وہ اسے کھا رہا تھا۔ میں پکڑنے کے لئے بالکل اونٹ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے میرے منہ پر لات ماری منہ بالکل مسخ ہو گیا اور میری آنکھیں جاتی رہیں۔ اب نہ وہ مال رہا نہ کنبہ نہ اولاد رہی اور نہ ہی نظر رہی' ولید نے یہ واقعہ سن کر کہا کہ اسے حضرت عروہ بن زبیرؒ کے پاس لے جاؤ' تاکہ انہیں پتہ چلے لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کی آزمائش اور مصیبت ان سے بھی بڑھ کر ہے۔

جب عروہ ﷫ واپس مدینہ میں تشریف لائے تو کہنے لگے اے اللہ میری چار شاخیں (اطراف) تھیں آپ نے ایک (پاؤں) لے لی اور تین باقی ہیں۔ تیری ذات ہی قابل تعریف ہے۔ قسم ہے تیری ذات کی اگر تو نے کچھ لے لیا ہے تو باقی بھی تو کچھ چھوڑا ہے اگر آج تو نے آزمائش میں ڈالا ہے تو طویل عرصہ تو نے عافیت سے بھی تو نوازے رکھا ہے۔ رحمتہ اللہ و رضی عنہ (ان کے صبر کے لئے کہنے والے کا یہ شعر کتنا اعلیٰ ہے۔ (اس نے صبر میں صبر سے مقابلہ کیا تو صبر بھی اس سے مدد مانگنے کے لئے گیا' اس صابر نے کہا اے صبر تو صبر کر۔ عبد الفتاح ابو غدہ)

73 - واؤ مکسور پھر قاف ہے تقریب ابن حجر۔ (ابو غدہ)

74 - بقول ابو نعیم آپ سے پوچھا گیا صبح کیسے ہوئی تو فرمایا' موت قریب ہے۔ آرزوئیں بہت دور کی ہیں اور اعمال برے ہیں۔ (ابو غدہ)

75 - آپ محمد بن عبدالستار کردری ہیں۔ کاف پر زبر ہے۔ خوارزم کے جرجانی صوبوں میں ایک حصہ کا نام ہے۔ 559 ھ میں پیدا ہوئے خوارزم میں ہی جوان ہوئے۔ مغرب کے مصنف علی ناصر الدین مطرزی سے ادب پڑھا پھر علم شروع کیا۔ خوب محنت کی' بڑے بڑے فقہا سے پڑھا' علامہ رکن الاسلام امام زادہ شرعۃ الاسلام کے مصنف' حضرت قاضی خان فتاویٰ کے مصنف اور علامہ مرغینانی ہدایہ کے مصنف آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں' آپ نے بڑی مہارت پیدا فرمائی ہمعصروں سے آگے نکل گئے۔ ان کے دور کے لوگوں نے ان کے علم و فضل اور سب سے فائق ہونے کا اعتراف کیا' آپ بخارا میں 642 ھ میں فوت ہوئے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو محمود بن سلیمان کفوی کی اعلام الاخیار۔ (مصنف)

76 - یہ رسالہ مشہور کتاب مناقب الامام ابی حنیفہ ﷫ ہے یہ دو جلدوں میں چھپی ہے اور عبارت اس کی جلد 1 ص 42 - 241 پر موجود ہے۔ کتاب میں کئی الفاظ رہ گئے تھے کئی میں تحریف ہوگئی تھی میں نے اصل کتاب المناقب کو سامنے رکھ کر علامہ عبدالحی ﷫ کی عبارات درست کر دی ہیں۔ (عبد الفتاح)

شیخ الاسلام یحییٰ بن شرف بن حسن بن حسین ابوزکریا محی الدین نووی دمشقی شافعی ﷫ 631 ھ میں پیدا ہوئے' علوم میں مصروف رہے سب فنون میں محقق ٹھہرے۔ علم میں بڑے دقیقہ سنج تھے۔ اپنے شیخ حضرت ابو شامہ کی وفات کے بعد اشرفیہ کے دارالحدیث کی تولیت آپ کے ذمہ آئی۔ آپ کی تصانیف میں سے چند نام یہ ہیں۔ 1 - شرح صحیح مسلم' یہ کتاب اپنے مولف کی فضیلت' مہارت اور منصفانہ انداز کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ 2 - المنہاج 3 - شرح المہذب 4 - الاذکار 5 - ریاض الصالحین 6 - شرح سنن ابی داؤد 7 - شرح البخاری وغیرہ آپ کا وصال 677 ھ میں ہوا

یہی طبقات الشافعیہ میں تقی الدین مصری نے لکھا ہے۔
ان کی ابوداؤد اور بخاری کی شرحیں بالکل مختصر اور ابتدائی حصے کی ہیں۔ جزء السخاوی کے صفحہ 12 پر یہی تحریر ہے۔ بخاری پر جو حصہ تحریر ہے وہ 1347 ھ میں مصر سے شائع ہو چکا ہے۔ اکثر حضرات کا خیال ہے کہ آپ 674 ھ میں فوت ہوئے۔ (ابو غدہ)

77 - اوپر تہذیب الاسماء والی امام ابویوسف کی روایت علامہ عبدالحی نے مراۃ الجنان یافعی کے حوالے پر لکھی ہے۔ ہم اس کا اعادہ نہیں کرتے۔ (مترجم)

78 - آپ عبدالوہاب بن احمد شعرانی مصری ہیں اپنے وقت کے قطب تھے اور اپنے دور کے فرد وحید تھے۔ صاحب کرامات تھے۔ (1) المیزان الکبریٰ آپ کی تصنیف ہے۔ بڑی پیاری کتاب ہے۔ اس میں مختلف اقوال اور متفرق اخبار ہیں۔ (2) کشف الغمہ فی اختلاف الآئمہ (3) تنبیہ المغترین (4) طبقات الاولیاء (5) الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر وغیرہ آپ کی نفع بخش تصنیفات ہیں۔ کشف الظنون میں ہے کہ آپ کا وصال 973 ھ میں ہوا۔ (مصنف)

79 - بلخ کے گاؤں سے نسبت ہے۔ المیزان جلد 1 ص 67 (عبد الفتاح)

80 - قیلولہ زوال کے بعد سونے کو کہتے ہیں۔ اس سے تھوڑا پہلے یا تھوڑا بعد ہو تو وہ بھی قیلولہ ہی ہے۔ حدیث ابن ماجہ جلد 1 ص 540 مستدرک حاکم جلد 1 ص 475 پر ابن عباس سے مروی ہے۔ حدیث پاک کے پورے الفاظ یہ ہیں استعینوا بطعام السحر علی صیام النهار وبالقیلوله علی قیام اللیل
(سحری کے کھانے سے دن کے روزے اور قیلولہ سے رات کے قیام کی مدد لو)
(عبد الفتاح)

81 - آپ برہان الدین علی بن ابوبکر مرغینانی حنفی ہیں وصال 503 ھ میں ہوا' میں نے ہدایہ کے مقدمہ میں آپ کا ترجمہ (تعارف) شرح وبسط سے کر دیا ہے۔ (مصنف)

82 - آپ عبدالرحمٰن جلال الدین بن کمال الدین ابوبکر بن محمد سیوطی ہیں۔ اسیوط ہمزہ کی پیش سے ملک مصر کے ایک شہر کا نام ہے۔ آپ شافعی ہیں۔ تقریباً پانچ سو کتابیں لکھیں۔ آپ نویں صدی ہجری کے مجدد ہیں علوم حدیث و تاریخ میں آپ کا ہاتھ بہت لمبا اور قدم بہت پختہ ہے۔ صاحب کشف الظنون نے آپ کی تاریخ وفات 911 ھ بتائی ہے۔ کچھ لوگ 913ھ کہتے ہیں۔ (مصنف)

83 - یہ کتاب صاحبین پر لکھی ہوئی کتابوں سمیت جو علامہ ذہبی نے تحریر فرمائی ہیں۔ لجنہ احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن (ہندوستان) میں چھپ گئی ہیں۔ اس پر تعلیقات استاد محترم' محقق علامہ کبیر و جمیل شیخ ابوالوفاء افغانی نے لکھی ہے۔ لجنہ

کے آپ ہی مالک ہیں اللہ کریم آپ کو سلامت رکھے اور کرم فرمائے۔ یہ کتاب 1367ھ شیخ محقق کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی شاندار اور اہم تعلیقات کے ساتھ مصر میں بھی شائع ہو گئی۔ (عبدالفتاح)

84 - مورخین عینی گواہ نہیں ہوتے لہٰذا ان کے مقابلہ میں ساتھیوں' طلباء اور ہم کار حضرات کی شہادت زیادہ معتبر ہے۔ جو عینی گواہ ہوتے ہیں آپ کے ساتھی عظیم مجتہدین اور مایہ ناز مفکرین تھے لہٰذا جو وہ کہہ رہے ہیں بالکل صحیح ہے آپ تابعی ہیں اور چاروں اماموں میں یہ شرف صرف آپ کو حاصل ہے۔ (مترجم)

85 - آپ کی مسند میں اس بات کی شرح کرتے ہوئے ص 87 - 285 تک جلیل القدر صحابہ سے آپ کی سند کا ذکر علامہ قاری نے فرمایا ہے۔ ان صحابہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ انس بن مالک' عبداللہ بن انیس' عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہم (عبدالفتاح)

86 - ہاں اصل الفاظ یوں ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم بخاری جلد 5 ص 191 -- مسلم جلد 16 ص 86 مطبوعہ مصر۔ (عبدالفتاح)

87 - مقصد یہ ہے کہ صحابہ مرجع انام تھے لوگ دور دراز سے سفر کر کے زیارت کرتے تھے جب امام اعظم نو عمری میں تھے تو لازماً والد گرامی نے یہ زیارتیں کرائی ہوں گی جیسے بذات خود ان کے والد نے انہیں زیارت حیدری سے نوازا تھا۔ (مترجم)

88 - طوبیٰ کا معنی خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہ طیب سے مشتق ہے کبھی لفظ طوبیٰ سے مراد جنت یا جنت کا ایک درخت بھی ہوتا ہے۔ (عبدالفتاح)

89 - اس سے مراد سراج الدین عمر بن ارسلان دمشقی بلقینی ہیں۔ اپنے دور کے شیخ الاسلام ہیں۔ کشف الظنون (جلد 2 ص 1479) میں آپ کی کتاب کا نام ا لکشاف علی ا لکشاف لکھا ہے۔

90 - آپ حافظ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی ہیں۔ ابن جوزی کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے زمانے کے علامہ اور سب علوم میں اپنے دور کے امام ہیں۔ حدیث' تفسیر' سیر اور تاریخ کے زبردست ماہر ہیں۔ مراۃ الجنان میں یافعی نے آپ کی تاریخ وفات 597ھ بتائی ہے۔ (مصنف)

91 - یعنی مورخین وغیرہ کے اقوال جو قابل اعتماد نہیں وہ مرجوح ہیں وہ انہیں ان آئمہ کے ارشادات پر جو قابل عمل اور راجح و اعلیٰ ہیں ترجیح دیتا ہے جو اس کی بے علمی' کم ظرفی اور فن سے جہالت کا ثبوت ہے۔ (مترجم)

92 - یعنی دن میں پورا قرآن پڑھ کر روزہ کھولتے۔ (مترجم)

93 - اس واقعہ میں اصل کتاب اور حلیہ میں تضاد تھا میں نے حلیہ کی عبارت لی ہے۔ کیونکہ مصنف نے وہیں سے عبارت نقل کی ہے۔ (عبدالفتاح)

94 - یہ تکالیف انہیں معتزلہ اور ان کے مددگار عباسی خلفاء مامون اور معتصم کی طرف سے مسئلہ خلق قرآن میں پہنچائی گئی تھیں۔ آپ ایک حصہ ان کوڑوں اور عذاب کا ملاحظہ کر لیں جو حضرت امام کو لگائے گئے تاکہ آپ کو وہ سبب وضاحت سے معلوم ہو جائے جس کی وجہ سے حضرت کو تین سو کی جگہ نوافل کی رکعتیں ڈیڑھ سو کرنی پڑیں۔

ہم حکام نگاہ امام میں مکھیاں تھے

حافظ ابن جوزی نے اپنی کتاب مناقب الامام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں محمد بن ابراہیم بوشنجی سے روات لی ہے کہ معتصم ماہ رمضان 218ھ میں روم کے علاقہ سے بغداد آیا۔ رمضان میں ہی حضرت امام احمد کو آزمائش میں ڈال دیا۔ آپ کو اس کے سامنے مارا گیا۔ مجھے یہ واقعہ میرے معتبر دوست نے بتایا انہوں نے اس کی روایت محمد بن ابراہیم بن مصعب سے لی جو ان دنوں معتصم کی پولیس کے سربراہ اسحاق بن ابراہیم کا نائب تھا کہ میں (محمد بن ابراہیم) نے بادشاہ کے پاس لائے جانے والے لوگوں اور سلطان کے سامنے پیش کئے جانے والے لوگوں میں حضرت احمد سے بڑھ کر اس دور میں مستقل مزاج اور پختہ دل کوئی نہیں دیکھا۔ ہم حکام تو اس کی نگاہوں میں مکھیوں سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔

"یہ انداز برداشت"

مشہور جلاد شاباص نے' جو ان جلادوں میں شامل تھا جو باری باری امام کو کوڑے لگاتے تھے۔ کہا میں نے احمد بن حنبل کو اسی کوڑے مارے اگر میں یہ کسی ہاتھی کو مارتا تو وہ بلبلا کر دھڑام گرتا۔

راہ خدا میں بے عزتی اعزاز ہے

امام احمد بذات خود اس مصیبت کا ذکر فرماتے ہیں جو ان پر نازل ہو گئی تھی۔ آپ کا ارشاد ہے معتصم نے کئی دفعہ ان پر سختیاں کیں کہ ہو سکتا ہے وہ اپنا نظریہ چھوڑ کر معتزلہ کی بات مان لیں آپ نے انکار کیا اور آپ نے یہ قول حق جاری رکھا "قرآن اللہ کا کلام ہے یہ مخلوق نہیں ہے" جب معتصم نے یہ جرات دیکھی تو جلادوں سے کہا اسے پکڑ کر گھسیٹو' جوڑ کھینچو' امام فرماتے مجھے پھر گھسیٹا گیا اور میرے جوڑ کھینچے گئے۔

پوری شدت سے مار

معتصم کرسی پر بیٹھ گیا پھر کہا عقابین اور کوڑے لاؤ۔ عقابان دو لکڑیاں ہوتی ہیں جن کے درمیان آدمی کو کس کر کوڑے مارے جاتے ہیں۔ عقابین لائی گئیں ایک بندہ جو میرے پیچھے تھا کہنے لگا کسی ایک لکڑی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لو اس نے پھر دونوں ہاتھ باندھ دیئے میں اس کی بات سمجھ نہ سکا۔ میرے دونوں ہاتھ بالکل اکھڑتے معلوم ہوئے اب معتصم نے جلادوں سے کہا آگے بڑھو ہر ایک جلاد آگے بڑھتا مجھے دو کوڑے مار کر الگ ہو جاتا اور اس دوران معتصم جلاد سے کہتا تیرے ہاتھ کٹیں پوری شدت سے مار۔

تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

امام احمد کے صاحبزادے نے بیان کیا کہ میرے والد (سیدنا احمدؒ) نے فرمایا میں اس کے بعد بیہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو بیڑیاں کھلی پائیں حاضرین میں سے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ ہم نے آپ کو منہ کے بل ڈال دیا تھا آپ کی پشت پر ایک چٹائی ڈال دی تھی اور اپنے پاؤں سے آپ کو روندا تھا' والد گرامی نے بتایا بیہوشی کی وجہ سے میں نے ان باتوں سے کچھ بھی محسوس نہیں کیا' وہ پھر میرے پاس ستو لا کر کہنے لگے کہ اسے پی کر دل کو تسکین دیں میں نے جواباً کہا میں روزہ توڑ نہیں سکتا' میں نے ستو نہ پیا اور روزہ پورا کیا۔

نماز عشق کی جلوہ سامانیاں

مجھے پھر معتصم کے پولیس کے سربراہ اسحاق بن ابراہیم کے گھر لایا گیا۔ نماز ظہر کا وقت ہوا تو ابن سملہ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی جب نماز پڑھا کر پلٹا تو مجھے کہنے لگا آپ نے اس حال ہی میں نماز پڑھ لی کہ آپ کے کپڑوں پر سے تو آپ کا خون بہہ رہا ہے۔ میں نے جواب دیا سیدنا فاروق اعظمؓ نے بھی اسی حال میں نماز پڑھ لی تھی جبکہ ان کے کپڑوں میں خون بہہ رہا تھا۔

ابوالفضل کہتے ہیں اس کے بعد آپ کو چھوڑ دیا گیا اور آپ گھر تشریف لے آئے' آپ کو جب پکڑا گیا اور اٹھا لیا گیا اور کوڑے مارے اور آخر میں چھوڑا گیا تو یہ سارا عرصہ اٹھائیس ماہ کا تھا۔ ہم نے مختلف صفحات سے تلخیص کر کے ابن جوزی کی عبارت نقل کی ہے جو یہاں ختم ہو گئی۔

قارئین حضرات! آپ کے سامنے حق اور اللہ کریم کے دین کی مدد کے راستے میں اس امام عالی مقام کے صبر کا تحقیقی علم آگیا۔ اس کے باوجود رات کو آپ کھڑے روزانہ ایک سو پچاس نوافل ادا فرما رہے تھے۔ حالانکہ آپ کو علم ہے کہ ان کا پورا جسم چور چور ہو چکا تھا۔ میرا خیال ہے اب آپ کو شعر پڑھ لینا چاہئے۔

هم الرجال وعيب ان يقال لمن   لم يتصف بمعاني وصفهم رجل

یہ ہیں مردان حق اور جو شخص ان کے اوصاف کی حقیقتوں کا موصوف نہیں ہے اسے مرد کہنا تو مردی کو عیب ناک کرنا ہے۔ (عبدالفتاح ابو غدہ)

اس مناقب میں ص 286 پر آپ کی عبادت کا ذکر ابن جوزی نے ذرا تفصیل سے یوں کیا ہے۔ آپ روزانہ قرآن کی ایک منزل پڑھ کر سات دنوں میں ختم فرمایا کرتے تھے۔ اور دن کے نفلوں اور اس قرات کے علاوہ رات کو نفلوں میں اسی طرح سات راتوں میں ختم کرتے تھے۔ نماز عشاء کے بعد تھوڑی دیر سو کر اٹھتے اور نوافل شروع فرماتے اور صبح تک پڑھتے رہتے۔ دعاؤں کا سلسلہ بھی ساتھ جاری رہتا۔ (عبدالفتاح)

سیدنا امام احمدؒ اٹھارہ سال تک اس ابتلاء اور آزمائش میں رہے۔ آپ پر ظالم حکمرانوں نے نئے سے نئے ظلم آزمائے چڑا ادھیڑ کر نیچے سنکھیا کی ڈلیاں تک بھریں ترہیب کے سارے ہتھکنڈے ناکام ہونے پر ترغیب کے سارے تیر چلائے مگر امام عالی مقام کے پاؤں میں لغزش نہ آئی۔ امت محمدیہ میں بہت ہی کم لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے اتنا طویل عرصہ کوہ وقار بن کر گزارا ہو گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ صحابہ گرامی اور مسافر کربلا نے جس انداز جان فروشی کو اپنایا تھا حضرت امام نے اس کی عملی ترجمانی فرما کر مستقبل کے لئے شاہراہ متعین کر دی۔ جس پر امت کے عظماء آج تک چل رہے ہیں اسی راہ پر چل کر امام برحق حضرت مجدد الف ثانیؒ نے گوالیار کے قلعہ میں پابند سلاسل ہو کر نعرہ مستانہ مارا اور اسی شاہراہ کو منور فرماتے ہوئے بہتر گھنٹے امام چشتیہ شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی نور اللہ مرقدہ نے سرگودھا جیل میں دو دو فٹ تک گندگی سے بھرے کمرے میں کھڑے ہو کر گزار کر سکھ ایس پی کی اس طنز پر کہ اب تو مزاج بخیر ہوں گے فرمایا تھا ابھی اسوہ حسینی بہت آگے ہے وہاں تک تو ضرور پہنچوں گا۔ واہ مردان حق واہ! آپ حضرات کے انفاس قدسیہ سے تو ملت کے خون میں گردش ہے۔ تمہاری جان سپاریوں کو سلام۔ (مترجم)

95 - عبر اور مرأۃ میں پوری بات یوں ہے اگر انہیں یہ کہہ دیا جاتا کہ کل قیامت ہے تو ان کی عبادت میں مزید مجاہدہ نہ آتا۔ ان کے بھائی نے بتایا کہ وہ پہلے تو ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرتے مگر بعد میں مسلسل روزے شروع کر دیئے۔ (ابوغدہ)

96 - ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ایسی قابل رشک موت پر لاکھوں زندگیاں قربان ہوں کہ وہ سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ کہیں اور ادھر سے جواب ملے لبیک یا عبدی (میرے بندے میں موجود ہوں) اور بندہ اپنی جان نچھاور کر دے۔ سچ ہے۔

عشق ازیں بسیار کرد است وکند (مترجم)

97 - ہم نے ترجمہ میں اسی لئے سلسلہ اسناد کا ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ ورنہ صرف آخری راوی کا نام لے کر واقعہ بیان کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح عبارت میں سلاست بھی رہتی اور اختصار بھی ہوتا۔ (مترجم)

98 - دراصل یہ سب تعصب ضد اور اپنے باطل نظریات پر اڑنے والی بات ہے دنیا بھر میں کتب تواریخ مؤرخ پر اعتماد کے سہارے چلتی ہیں اور یہ خبر واحد ہی معتبر ہوتی ہے یہ تو صرف علمائے محققین کی عظمت ہے کہ انہوں نے عام تاریخی روایات میں بھی تسلسل کو ملحوظ خاطر رکھا ہے اور یہ ہر جگہ ملحوظ رکھیں تو سارے علوم کی شاندار عمارت دھڑام سے زمین پر گر پڑے گی اور تسلسل کا مطالبہ کرنے والے یہ حضرات پس جائیں گے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ مگر جب ان کے اپنے مسلک کی بات ہوتی ہے تو پھر تسلسل کا مطالبہ ختم ہو جاتا ہے اور اپنے علامہ صاحب کی بات حرف آخر ہوتی ہے خواہ وہ علامہ صاحب اوپر والے حضرات کی جوتی سیدھی کرنے کے قابل بھی نہ ہوں۔ (مترجم)

99 - آپ علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد سیواسی سکندری فتح القدیر شرح ہدایہ وغیرہ کے مصنف ہیں۔ ولادت 790 ھ میں ہوئی۔ ہدایہ کے عظیم استاد علامہ سراج سے فقہ پڑھا' سب اقسام کے علوم میں اپنے ہم عصروں سے آگے نکل گئے۔ بڑے مناظر قسم کے حنفی علامہ تھے۔ 861 ھ میں وصال ہوا۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو حسن المحاضرہ از علامہ سیوطیؒ (مصنف)

100 - آپ علامہ عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی ہیں۔ آپ اصول بزدوی کی شرح الکشف اور منتخب الحسامی کی شرح التحقیق وغیرہ کے مصنف ہیں اپنے چچا فخر الدین محمد بن محمد بن الیاس شمس الآئمہ کردری کے شاگرد سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اعلام الاخیار میں اسی طرح تحریر ہے۔ کشف الظنون کے مصنف نے آپ کی وفات 730 ھ لکھی ہے۔ (مصنف)

101 - مطلب یہ ہے کہ امام ذہبی جرح و تعدیل کے امام ہونے اور صوفیہ حضرات پر تشدد کے باوجود ان کی کثرت عبادت کی وجہ سے ان پر جرح و قدح نہیں کی۔ بلکہ ان کی عبادت کو مدح و ثنا کے طور پر ذکر کیا ہے اگر عبادت کے مجتہدات بدعت ہوتے تو لازماً ذہبی تنقید و جرح فرماتے۔ (عبدالفتاح)

102 - آپ قاضی القضاۃ ابوالنصر تاج الدین عبدالوہاب بن قاضی القضاۃ تقی الدین علی سبکی شافعی ہیں۔ 729 ھ مصر میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کے پاس پڑھتے رہے۔ بڑی مہارت حاصل کی اور شاندار کتابیں لکھیں حسن المحاضرہ میں آپ کی وفات 771 ھ میں ہوئی۔ (مصنف)

103 - اس روایت میں تزلع ہے جس کا معنی سوچ کر چھٹنا ہے۔ (مترجم)

104 - فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ جب معصوم عبادت کی کثرت فرما رہے ہیں تو جسے جہنم سے بچنے کا یقین بھی نہیں ہے اور اپنے انجام کا علم بھی نہیں ہے اسے زیادہ عبادت سے کیوں روکا جائے۔ (مترجم)

105 - کچھ حضرات اسی حدیث سے نماز تراویح وتروں سمیت گیارہ رکعتیں ثابت فرمانے کی صدیوں سے سعی لاحاصل فرما رہے ہیں اور احناف کے سینوں میں طعن و تشنیع کے تیر برسا رہے ہیں کبھی حدیث کے الفاظ پر غور نہیں فرمایا کہ رمضان اور رمضان سے باہر یہ گیارہ رکعتیں ہیں اور یہ تو متفق علیہ مسئلہ ہے کہ نماز تراویح رمضان سے باہر نہیں ہوتی۔ کاش یہ سادہ سی بات سمجھ آ جاتی تو ملت میں یہ فی سبیل اللہ والا فساد ختم ہو جاتا۔ (مترجم)

106 - آپ حضرت شیخ ابوالسعادات مبارک بن ابو اکرم محمد جزری (ابن عمر کے جزیرہ کی طرف نسبت ہے جو موصل کے علاقے میں واقع ہے) ہیں۔ آپ کی تصانیف میں (1) النھایہ فی غریب الحدیث (2) جامع الاصول فی احادیث الرسول (3) شرح مسند الشافعی وغیرہ شامل ہیں۔ بحیثیت ذکر سب علماء سے زیادہ مشہوور اور مرتبے میں عظیم القدر لوگوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ کا وصال 606 ھ میں ہوا۔ آپ کے ایک بھائی بھی ابن اثیر جزری کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ ابوالفتح نصر اللہ بن ابوالکرام ہیں انہوں نے المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر اور اس کے علاوہ انشاء پردازی میں کئی دیوان تحریر کئے۔ آپ ادبی علوم کے ماہر تھے۔ 637 ھ میں وفات پائی آپ کے ایک اور بھائی بھی ابن اثیر جزری کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ عز الدین ابوالحسن علی بن ابوالکرم ہیں آپ نے تاریخ الکامل لکھی' اسد الغابتہ فی اخبار الصحابہ وغیرہ بھی آپ کی تصنیفات ہیں۔ آپ کا وصال 630 ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو ابن خلکان کی وفیات الاعیان (مصنف)

107 - بیس رکعت تراویح بہت سے صحابہ سے ثابت ہے۔ دور فاروقی سے اس پر صحابہ اور امت کا اجماع ہے۔ بقول امام ترمذی یہی تعامل اہل مدینہ ہے' امام مالک تو عشاء کی رمضان میں اکتالیس رکعت بتاتے ہیں۔ (سترہ نماز عشاء' بیس تراویح - دو نفل تحیتہ المسجد دو نفل وضو = اکتالیس) یہی انداز عام استحبابی انداز سے احناف کا ہے اسی میں برکت ہے کہ رمضان کی عبادات کا بہت زیادہ ثواب ہے اور امت کے لوگ کاٹ چھانٹ کے قائل نہیں۔ چونکہ یہ عبادات سید کل ﷺ سے ثابت ہیں امت کا ان پر اجماع ہے لہٰذا کچھ ان میں سے سنت موکدہ ہیں اور کچھ مستحب ہیں تعصب اور ہٹ دھری کا نہ پہلے علاج تھا نہ اب ہو گا۔ لا نسلم کی گردان کے جو لوگ عادی ہیں

اللہ کریم انہیں سمجھ عطا فرمائے وہ اتباع اپنائیں عقل کل نہ بنیں۔ (مترجم)

108 - یہ اوپر والی بحثیں ضمنی تھیں ان اعمال کے بدعت نہ ہونے کے پہلے پانچ دلائل ذکر ہو چکے ہیں۔ آگے چھٹی دلیل ملاحظہ ہو۔ (مترجم)

109 - **لا یمل** سے مراد ظاہری لفظ نہیں بلکہ اللہ کے فضل و احسان کا رک جانا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح اس آیت میں اعتداء کا لفظ آیا ہے۔ **فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه** (عبدالفتاح)

110 - استسقاء سے مراد بارش طلب کرنا ہے۔ (مترجم)

111 - اصل میں عماد الدین طرسوی ہے۔ ملاحظہ ہو **الفوائد البہیہ** ص 117 (عبدالفتاح)

112 - میں (مترجم کتاب فقیر محمد ذکر حسین شاہ سیالوی" نے بھی لاتعداد راتوں میں نماز عشاء کا وقفہ چھوڑ کر رات پوری مطالعہ کیا ہے اور اسی طرح صحراؤں میں گھومتے پوری راتیں گزاری ہیں کئی دفعہ گاڑی میں جاگ کر راتیں گزاری ہیں۔ کبھی کبیدگی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اس سے انکار صرف عناد کی وجہ سے ہے۔ (مترجم)

113 - تین اسناد سے یہ روایت آگئی۔ (مترجم)

114 - **نماز معکوس کیا ہے؟**

نماز معکوس کا مطلب علامہ عبدالفتاح کو سمجھ نہیں آ سکا۔ انہوں نے کتاب کے آخر میں الاستدراک کے تحت میں اس کے 14 مختلف مطالب بیان کر کے ان سب کی تردید کی ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی معنی بھی وہ نہیں ہے جس پر مصنف بحوالہ محدث حسن علی رحمۃ اللہ علیہ اعتراض فرما رہے ہیں۔

نماز معکوس کچھ اولیائے امت کی عموماً اور امام الطائفہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ فریدالملت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصاً اصطلاح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاؤں سے رسی باندھ کر اس کا دوسرا سرا درخت سے باندھ کر خود کنوئیں میں الٹے لٹک کر عبادت کریں۔ یہاں نماز اصطلاحی معنی میں نہیں ہے اس سے مراد مطلق عبادت ہے۔ لہٰذا حضرت محدث کی تحقیق اور علامہ عبدالفتاح کی باریک بینی سے یہ الگ شے ہے۔ یہ نفس امارہ کے قتل کی شدید ترین شکل ہے اور مصنف کی تحقیق کے مطابق جس میں طاقت ہے وہ ضرور میدان میں نکلے۔ فرد وحید ملت کے فرید ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ہم سمجھتے ہیں کہ اس کا جذبہ محرکہ یہ تھا کہ ہندو جوگی بڑی مشکل ریاضتیں کرتے

تھے اور مسلمانوں کو کہتے کوئی مسلمان ایسی مشکل ریاضات کر کے دکھائے۔ امام چشتیہ نے اس للکار پر اپنے عمل سے یلغار فرما کر ان کے زعم فاسد کے پرخچے اڑا دیئے۔ ہم نے اپنی کتاب تذکرہ چشتیہ شمسیہ میں نماز معکوس کی روایات کی صحت پر دلائل دیئے ہیں۔ تفصیلات وہاں سے ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ (مترجم)

115 - اولاد کا لفظ مسلم میں نہیں۔ (عبدالفتاح)

116 - مطلب یہ ہے کہ جسم میں جوانی کی طاقت تھی میں نیکی میں آگے بڑھتا گیا اگر میں آپ کی پہلی بات' تین روزے ہر ماہ' پر ہی خاموش ہو جاتا تو کتنی اچھی بات ہوتی اب بڑھاپے میں طاقت نہیں رہی ایک دن چھوڑ کر روزہ مشکل ہو گیا ہے۔ مگر سید کل ﷺ سے وعدہ ہے لہٰذا اب تو ہر حال میں نبھانا ہے۔ (مترجم)

117 - یعنی داؤد علیہ السلام کے دشمن سے لڑنے والی قوت بڑی مشکل ہے یہ کیسے حاصل ہو۔ (عبدالفتاح)

118 - بخاری ایک' مسلم چھ' اور ابونعیم چار - یہ گیارہ اسناد ہو گئیں اور جو اسناد چھوڑ دی ہیں۔ وہ یقیناً ان سے زائد ہیں۔ (مترجم)

119 - یہاں طعام منصوب ہے مگر الف کے بغیر لکھا گیا ہے۔ یہ قبیلہ ربیعہ کا طریقہ تھا۔ وہ مفعول کے ساتھ الف نہیں لکھا کرتے تھے۔ حوالہ کے لئے مولف کی الرفع و التکمیل اور امام شافعی کے رسالہ پر شیخ احمد بن محمد شاکر کی تعلیق ملاحظہ ہو۔ (عبدالفتاح)

120 - نفلی روزہ تھا لہٰذا اسے توڑ دیا اس کا جواز دوسری حدیث میں ہے۔ (مترجم)

121 - لہٰذا وہ جتنی عبادت فرمائیں ٹھیک ہے ہمیں زیادہ عبادت کرنی چاہئے۔ (مترجم)

122 - یعنی رہبانیت مت اختیار کرو زندگی میں اعتدال لاؤ اور میرا طرز زندگی اپناؤ۔ (مترجم)

123 - ان الفاظ میں حدیث بخاری میں نہیں ہے۔ یہ امام مسلم کے الفاظ ہیں بخاری کے سارے نسخے ہم نے چھان ڈالے کہیں یہ الفاظ نہیں ملے۔ بخاری میں جو الفاظ ہیں وہ پیچھے گزر چکے ہیں۔ علامہ ابن حجر (9 ص 90) اور عینی (20 ص 65) نے یہ الفاظ مسلم کے بتائے ہیں (عبدالفتاح)

124 - اسے ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں اور ابن جریر (7 ص 7 ابوداؤد 13) ان زائد الفاظ سے کہ اللہ کریم نے پھر یہ آیت نازل فرمائی۔ **ولا تعتدو ان اللہ لا یحب المعتدین** (عبدالفتاح)

125 - خصوصاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے' ابن جریر مصنف نے جمع مونث کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ جس کا مطلب ہے عورتیں بولیں مگر بقول علامہ عبدالفتاح واحد کا لفظ

ابن جریر نے نقل کیا ہے۔ یعنی حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اور یہی قرین قیاس ہے۔ (مترجم)

126- سات اسناد سے یہ حدیث روایت ہوئی۔ (مترجم)

127- منطقی اسے برہان لمی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ موثر سے اثر پر دلیل لیں اس جگہ اس دلیل کی تطبیق یوں ہو گی اپنی جان کو ہلاکت تک پہنچا دینا مسبب اور موثر ہے۔ اس بات کے لئے کہ عبادت میں شدت و زیادتی نہ کی جائے۔ (عبدالفتاح)

128- اسے منطقی برہان انی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب اثر سے موثر پر دلیل لینی ہے۔ اس کی تطبیق ان احادیث میں یوں ہو گی کہ سرکار ﷺ کا رحمتہ للعالمین ہونا اثر و علت ہے۔ اس بات کی کہ آپ ﷺ ہمیں عبادت میں زیادتی و شدت سے روکیں یہ دونوں تعریفیں شیخ محمد امین سفر جلانی نے القطوف الدانیہ فی العلوم الثمانیہ ص 289 اور سید شریف جرجانی نے التعریفات ص 30 پر کی ہیں۔ (عبدالفتاح)

129- لہٰذا ان پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ ایک دن عمل کر کے پھر انہوں نے چھوڑ دیا اور اس حدیث کے خلاف چلے گئے کہ حضور ﷺ جو عمل فرماتے اسے جاری رکھتے۔ (مترجم)

130- اسی طرح حدیث میں سرکار ﷺ سے مسلسل روزے رکھنا اور زیادہ بھوکا رہنا مشکل مسئلہ ہے۔ زینبؓ کو رسی کھول دینے کا حکم دینا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو زیادہ عبادت نہ کرنے کا حکم دینا آسانی ہے۔۔ تو سنت میں بھی مشکل اور آسان دونوں باتیں آ گئیں۔ (عبدالفتاح)

131- مطلب یہ ہے کہ تسہیل نہیں چاہتے تھے بلکہ تصعیب و شدت کی خواہش تھی لہٰذا تسہیل والے عمل کو اپنی ہمت کی وجہ سے قبول نہیں کیا اور مشکل پسند بن گئے چونکہ سرکار ﷺ نے مشورتا یہ بات کہی تھی شرعی نکتہ نگاہ سے نہیں۔ لہٰذا یہ امر رسول ﷺ کی مخالفت نہیں تھی بلکہ سرکار ﷺ نے جو مشکل عمل فرمائے تھے ان کی پیروی تھی۔ (مترجم)

132- حلال کو حرام قرار نہ دیا جائے اور کسی نیک مقصد کے حصول کے لئے اسے کھایا نہ جائے تو شریعت میں اس کی اجازت ہے۔ اولیائے امت اسی رخصت سے فائدہ اٹھاتے اپنے چلوں میں بہت سی چیزیں نہیں کھاتے۔ (مترجم)

133- آپ ابو علی حسن بن احمد کاتب ہیں، حضرت ابو علی روز باری اور دوسرے حضرات کے ساتھ رہے۔ اپنے حال میں عظیم انسان تھے، حضرت ابو عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تعظیم فرماتے اور آپ کی شان کو عظیم جانتے اور آپ کے بارے میں فرماتے کہ ابو علی بن کاتب سا کلین میں شامل ہیں۔ آپ خود کہا کرتے تھے کہ جب دل میں

خوف خدا قرار پا لیتا ہے تو پھر دل صرف مقصد کی بات ہی کرتا ہے۔ سلمی کی طبقات صوفیہ ص 88، 386 اور رسالہ قشیریہ ص 27 پر آپ کی وفات 340ھ سے کچھ سال اوپر لکھی ہے۔

134- نوافل دو دو پڑھ رہے ہوتے تھے پھر وہ تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو پتہ چلتا کہ آپ اب وتر پڑھ رہے ہیں اور اس آخری رکعت میں پورا قرآن پڑھ دیتے تھے۔ پتہ چلا کہ جہاں کہیں بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک رکعت میں قرآن پڑھنے کا ذکر ہے اس سے مراد یہی رکعت ہے۔ (مترجم)

135- مثلاً سیدنا عثمان، سیدنا تمیم داری اور سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم جیسا کہ اسی کتاب میں گزر چکا ہے۔ (عبدالفتاح)

ooo